http://www.asraralam.net/

عالم اسلام

کی

روحانی صورتحال

http://www.asraralam.net/

اسرار عالم

IRA
READ

http://www.urdumovies.net/

BK
25

عالمِ اسلام کی روحانی صورت حال

اسرار عالم

ادارۂ معارف اسلامی، کراچی

http://www.asraralam.net/

فہرست عناوین

1 عالم اسلام کی روحانی صورت حال 9
2 انہدام نظام روحانی 13
3 نظام کائنات 17
الف 17
بدع 17
خلق 17
تسویہ 17
تقدیر 17
ہدایت 17
تدبیر 17
حساب 17
ب 18
اصلاح 18
توازن 18
ربط 18
پ 18
شعائر اللہ 18
قرآن، صلوۃ رسولؐ 18
شعائر اسلام جماعت، 18
اذان، مسواک 18
نکاح، ختنہ، سلام 18
مباحات 18

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

ت	۱۹
الحکم	۱۹
الدین	۱۹
خلافت کبریٰ	۱۹
ث	۲۰
نظام ابداع و تکوین	۲۰
نظام خلق	۲۱
نظام عوالم	۲۲
نظام الارض	۲۲
نظام خیر و شر	۲۳
نظام ربط	۲۳
نظام ہدایت	۲۴
نظام دین و شریعت	۲۵
نظام عمل	۲۵
نظام معاشرہ	۲۶
نظام مکافات	۲۷
نظام روحانی کے اہم ستون	۲۷
۴ اسلام کے روحانی نظام کا انہدام اور یہودی	۳۱
نظام الٰہی کے دشمن	۳۱
یہود اور ابلیس	۳۵
یہود اور انبیاء بنی اسرائیل	۳۷
یہود اور نبی آخرالزماں ؐ	۳۹
حفظ ماتقدم	۴۲
بیت اللحم سے مدینۃ النبی تک	۴۴

اُمت محمدیہؐ اور یہود	۴۸
۵ روحانی نظام پر یہودی حملے	۴۹
۶ یہودی اساطین روحانی اور ان کے کارنامے	
	۵۲
ابو عیسیٰ اصفہانی	۵۳
یدعان	۵۳
میروان II	۵۴
داؤد الری	۵۴
ابراہیم ابوالعافیہ	۵۴
عاشر لیملن	۵۴
داؤد ریونی	۵۵
سلیمان مولکو	۵۵
جوزف ڈیلاریٹا	۵۶
اسحاق لوریہ	۵۶
موسیٰ کاروے ویرا	۵۶
سباتاوی زیوی	۵۶
سعید ارمنی	۵۷
یعقوب فرینک	۵۷
اسرائیل بن ایلی زر	۵۸
ربی یہود الکلائی	۵۸
زیوی حرش کلیشر	۵۹
حائم لورجے	۵۹
ربی ایلی جاہ گت ماسر	۵۹
موسیٰ ہیس	۵۹
ربی ابراہیم اسحاق کک	۵۹

http://www.asraralam.net/

۷ روحانی انہدام کی تاریخ ۴۰
۸ روحانی تحریکات ۴۱
اس سین (Essen) ۴۱
قبلہ یا قبالیہ ۴۲
روایاتی تاریخ ۴۳
حسیدزم ۶۵
۹ اقدامی تحریکات ۶۷
توضیحات ۶۷
۱۰ تداخلی تحریکات ۷۱
۱۱ اشکال اور ازالہ ۷۲
۱۲ معرکہ عظیم ۷۳
۱۳ روحانی انہدام کے طریقے ۷۷
نفوذ ۷۷
اقدامی کوششیں ۷۷
۱۴ اسلام کے روحانی نظام کی ایک جھلک ۷۹
۱۵ انہدام کے محاور ۸۱
محور اول ۸۱
محور دوم ۸۲
محور سوم ۸۳
توضیحات وخطرات ۸۴
۱۶ یہودی روحانیت ۸۵
قبلہ ۸۶
واقعی تاریخ ۸۶
مقصد اصلی ۸۷
حصول کے راستے ۸۸

قبلہ اور ظہر ۹۰
سفیروت ۹۱
نقشہ ۱ ۹۴
نقشہ ۲ ۹۵
نقشہ ۳ ۹۶
شجرالسفیرۃ ۹۷
اتحاد سفرۃ ۹۷
شجرۃ الحیاۃ ۹۷
مدارج سبعہ اور عوالم اربعہ ۹۸
عوالم دیگر ۹۸
تخلیق اور حروف مقدس ۹۹
مراکز قوت ۱۰۰
انسان کامل یا کل ۱۰۱
غلام ۱۰۱
الکیمیا ۱۰۲
یہودی الکیمیا ۱۰۵
۱۷ متفرقات ۱۰۷
۱۸ توجیہ و تشکیل جدید ۱۰۹
مکر کبار ۱۱۰
انہدام کی کوششیں ۱۱۰
انہدام کی قدیم کوششیں ۱۱۱
۱۹ طریقہ باطلہ ۱۱۳
ظاہر القرآن ۱۱۴
بطن القرآن ۱۱۴
۲۰ طریقہ جابرہ ۱۱۶

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۲۱	دو فتاوے	۱۸
۲۲	یہودیوں کے اقسام	۱۹
	کھلے یہودی	۱۹
	کھلے غیر مسلم چھپے یہودی	۱۹
	کھلے مسلم چھپے یہودی	۱۹
	مذہبا مسلم مگر یہود الطبع	۲۰
۲۳	انہدام کی نئی کوششیں	۲۰
	نظام کائنات کا انہدام	۲۰
	نظام عبادات کا انہدام	۳۲
	قرآن اور دعوت	۳۶
	نظام حرمین	۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حامداً و مصلیاً !

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی امت بنی نوع انسان میں وہ آخری امت ہے جو منصب شہادت پر فائز کی گئی ہے۔ چنانچہ پوری انسانیت کی کامیابی کا انحصار اب اسی گروہ پر ہے۔

بیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی تک آتے آتے واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ امت تاریخ انسانی کے اس مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جس کی خبر دیتے ہوئے آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا: عنقریب قومیں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلا وادیں گی جیسے بھوکے (جانور) کھانے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلا وادیتے ہیں۔ (ابو داؤد و بیہقی)

اس اندوہناک صورت حال سے زیادہ کرب کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ ـــــ جو دنیا کی وہ واحد گروہ ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل کا کائی علم (ماکان و ماھو کائن) دیا گیا ـــــ آج حیران اور ناواقف راہ بھٹک رہی ہے اور دنیا کی تاریکیوں سے روشنی کی بھیک مانگ رہی ہے۔ چودہ صدیوں بعد اب آثار قیامت کے ظاہر ہونے کی رفتار تیز تر ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے گویا کوئی ہار ٹوٹ جائے اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔

ان حالات کا تقاضا تھا کہ قرآن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں امت کی صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا، موجودہ حالات کی تبدیلی کو صحیح زاویہ سے دیکھا جاتا اور آئندہ کے لئے خطوط کار کی نشاندہی کی جاتی تاکہ یہ امت اپنے فرض منصبی کو کما حقہ سر انجام دے کر پوری انسانیت کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ چنانچہ انہیں امور کو پیش نظر رکھ کر یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس میں مختلف عناوین کے تحت بحث کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

انہ سمیع قریب مجیب

اسرار عالم

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم اسلام کی روحانی صورت حال

عالم اسلام کی موجودہ صورت حال کا جائزہ "عالم اسلام کی سیاسی صورت حال" ' "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار" اور "عالم اسلام کی اقتصادی صورت حال" کے عنوانات کے تحت لیا جاچکا ہے اور یہ بات بہت حد تک واضح ہوچکی ہے کہ عالم اسلام کی حالت کتنی ناگفتہ بہ ہے اور وہ کن نازک مراحل سے گزر رہا ہے۔ لیکن ان تمام پہلوؤں سے الگ عالم اسلام کی سب سے نازک حالت جس اعتبار سے ہے وہ اہل ذکر اور عارفین کے نزدیک اس کی روحانی صورتحال ہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ اس صورت حال سے عام طور پر امت ناواقف بلکہ غافل ہے۔ اسے اس کا قطعاً اندازہ نہیں کہ اس اعتبار سے امت کی صورت حال کتنی نازک اور المناک ہوچکی ہے۔ اسے اپنے مقام اور اپنی ذمہ داریوں کا بالکل احساس نہیں۔ یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ یہاں بھی اسے حزب الشیطان نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے جس کی سربراہی عالم ناسوت میں یہودیوں کو حاصل ہے۔

کائنات میں جاری وساری روحانی نظام' امت مسلمہ جس کا حصہ اور بنیادی عنصر ہے' اس کائنات کا قطب اصلی ہے۔ یہی وہ نظام ہے جس پر یہ عالم کن فیکون قائم ہے۔ زمین اور زمین پر بسنے والی حیات اسی صلاح کے سہارے زندہ ہے۔ عالم کون میں اسی صلاح کے منہدم ہوجانے کا لازمی نتیجہ الساعۃ ہوگا۔ کائنات اپنے انجام کی طرف جارہی ہے۔ تاریخ انسانی کا وہ سفر اور اس میں جاری معرکہ خیروشر جو عالم لاہوت میں **"قالو اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک"** (البقرہ ۳۰) سے شروع ہوا اور **"قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات و الارض و اعلم ما تبدون و ماکنتم تکتمون** (البقرہ ۳۲) پر مختتم ہوا۔ عالم ناسوت میں ہنوز جاری ہے۔ وہ معرکہ جس کا آغاز **"قال انظرنی الی یوم یبعثون"** (اعراف ۱۴) سے ہوا تھا ہنوز آگے بڑھ رہا ہے۔

http://www.asraralam.net/

اس معرکہ خیر و شر میں امت مسلمہ محمدیہ شاہدۃ علی الناس ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا۔**"
(البقرہ ۱۴۳)

امت کن نازک ذمہ داریوں کو تھامے ہوئے ہے اس کا اندازہ اس کی اکثریت کو نہیں۔ اے کاش اسے اس حدیث کا استحضار ہوتا جسے بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے : "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ کہ (ایک روز) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا : مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے کہا : اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں۔ جبکہ قرآن تو آپ ہی پر نازل ہوا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں چاہتا ہوں کہ اسے (یعنی قرآن کو) کسی دوسرے سے سنوں۔ پھر میں انہیں سورۃ النساء سنانے لگا۔ یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا : **فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنابک علی ھولاء شھیدا** (پھر سوچو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر لادیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس ٹھہر جاؤ۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں اشک بار تھیں۔"

امت مسلمہ غافل ہو چکی ہے۔ اسے "وھن" اور "سمن" نے جکڑ لیا ہے۔ اسلام اور امت مسلمہ کا روحانی نظام جس پر اس کے تمام نظاموں کا انحصار ہے۔ شدید ٹوٹ پھوٹ اور ہدم و انہدام کا شکار ہے۔ اس کے گھر میں آگ لگ چکی ہے اور اسے خبر نہیں۔ مگر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دیدی ہے :

"**عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم ان بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون و یخونون و لا یوتمنون و ینذرون و لا یفون و یظھر فیھم السمن و فی روایۃ و یحلفون و لا یستحلفون متفق علیہ و فی روایۃ لمسلم عن ابی ھریرہ ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ**"

"الفتن" سے متعلق احادیث میں غور و فکر کرنے سے جو باتیں سامنے آتی ہیں انہیں چار نکات کے تحت ملخص کیا جاسکتا ہے۔

(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت و رحمت کا زمانہ تھا۔ آپ کے وصال کے بعد نظام اسلامی میں کسر و انکسار اور ہدم و انہدام کا معاملہ ہوگا اور یہی امر پورے عالم انسانیت میں منعکس ہوگا۔ چنانچہ ایک طرف نظام اسلامی کا انہدام الحکم سے شروع ہو کر اقامت صلوۃ کے انہدام تک وسیع ہو جائے گا تو دوسری طرف زمین پر حیات انسانی عہد بعثت میں قائم نظام نبوت و رحمت سے شروع ہو کر فساد فی الارض تک چلی جائے گی۔

(۲) اس ہدم و انہدام کا معاملہ اور مصاف حیات میں حق و باطل کے مابین جاری معرکۂ خیر و شر بالآخر اس حادثہ پر جا کر ختم ہونگے جسے ظہور دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔ نظام حق کو توڑنے اور زمین پر فساد برپا کرنے والی قوت دجال کی قیادت میں حق پر ہر چہار طرف سے حملہ آور ہوگی اور حق ہر جہت سے بظاہر مغلوب ہوتا نظر آئے گا۔ ٹھیک اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اس طرح دجال کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۳) اور پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا جو زمانہ نبوت و رحمت ہوگا۔ یہ مرحلہ حیات انسانی میں اس معرکہ خیر و شر کا آخری مرحلہ ہوگا اور پھر کائنات اس کلی انہدام کی طرف گامزن ہو جائے گی جو بالآخر قیام الساعۃ پر منتج ہوگا۔

(۴) یہ آخری مرحلہ جو اصل قیام الساعۃ پر منتج ہوگا جس کا آخری حصہ عہد بین النفخین ہے دراصل رفع قرآن اور انہدام نظام تکوینی کا مرحلہ ہوگا۔ یعنی وہ مرحلہ جو یوم الحساب سے پہلے کی تکوینات سے متعلق ہے۔

ان متذکرہ بالا چار ادوار میں معرکہ خیر و شر کا اصل مرحلہ فی الواقع ابتدائی دو زمانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ تیسرا مرحلہ حق کے کلی غلبہ کا اور آخری اہل حق کے کلی طور پر توفی الی رحمتہ اللہ ہونے اور زمین پر صرف کافرین کے رہنے کا ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے :

"**لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ**" اور "**لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الخلق**"

معرکہ خیر و شر کا ختم ہونا دراصل اس قول کا پورا ہونا ہے جسے حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

"**قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات و الارض و اعلم ماتبدون و ماکنتم تکتمون**" (البقرہ ۳۳)

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

بلا شبہ اس معرکہ کا فیصلہ حق سبحانہ تعالیٰ حساب کے روز فرمائیں گے۔ اور بالیقین کوئی انسان صرف اپنے اعمال کی بنیاد پر کامیاب نہیں ہوگا بجز اس کے کہ اسے شفاعت کبریٰ اور اللہ کی رحمت و مغفرت نصیب ہو۔

متذکرہ بالا دو ادوار میں اہل حق کا شیوہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ تمسک بالکتاب و السنۃ کریں۔ انہیں آنحضورؐ کا حکم "من اطاعنی دخل الجنتہ و من عصانی فقد ابی" (بخاری) اور "فعلیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضو علیھا بالنواجذ" (احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) ازبر ہوگا اور وہ اپنی جان' مال اور عزت کی ہر قیمت ادا کرکے اس پر قائم رہنے کی کوشش کریں گے۔ بلاشبہ ایسا کرنا آسان نہ ہوگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی گواہی دی ہے :

"یکون الصابر علی دینہ کالقابض علی الجمر (ترمذی) ۔

لیکن یہی وہ خوش نصیب ہوں گے جنہیں شہادت دی گئی ہے :

"من احیی سنتہ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیا" (ترمذی' ابن ماجہ)

اور "من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائتہ شھید (رواہ البیھقی)

لیکن امت کے تمسک بالکتاب والسنۃ کے باوجود دین اجنبی ہوتا جائے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"بداء الاسلام غریبا و سیعود غریبا (مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی ہے جو زمین پر بپا اس معرکہ خیر و شر میں اللہ' اس کے ملائکہ اور اس کے انبیاء و رسل کی جماعت میں رہنے کو ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا :

"فطوبیٰ للغرباء (مسلم)

یہ معرکہ خیر و شر نہایت روح فرسا ہوگا۔ قرب قیامت کے زمانے میں یہ اور بھی روح فرسا ہوتا جائے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ان بین یدی الساعتہ فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیھا مومنا و یمسی کافرا و یمسی مومنا و یصبح کافرا القاعد فیھا خیر من القائم و الماشی فیھا خیر من

الساعی فکسروا فیھا قسیکم و قطعوا فیھا اوتارکم و اضربوا سیوفکم بالحجارہ فان دخل علی احد منکم فلیکن کخیرا بنی دم" (ابوداؤد)

گویا اس طرح بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا عہد بنیادی طور پر دو حصوں پر منقسم ہے یعنی عہد نبوت و رحمتہ سے عہد نبوۃ و رحمت تک اور پھر اس آخری عہد نبوۃ و رحمتہ سے قیامت تک۔ ہم اس وقت پہلے عہد یعنی عہد نبوۃ و رحمت سے آخری عہد نبوۃ و رحمتہ کے درمیان کھڑے ہیں۔ اس عہد کا اہم خاصہ نظام اسلامی' اس کے شاکلہ اور اس کی کیفیات میں ہدم وانہدام ہے۔ ایک طرف شیطانی قوتیں اسے باہر سے توڑنے کی کوشش کریں گی تو دوسری طرف امت اپنی غفلت' کوتاہی اور اغواء شیطان کے سبب اسے خود اپنے ہاتھوں توڑتی رہے گی۔ اس نظام اسلامی کا قطب جس پر یہ پورا نظام گھوم رہا ہے اور اس کا قاعدہ جس پر وہ کھڑا ہے اس کا نظام روحانی ہے جو اس ربانی نظام کا حصہ ہے جس پر ما کان و ما یکون قائم ہیں۔

۲ انہدام نظام روحانی

"بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار" میں میں نے ذکر کیا تھا :

"اسلام اور مسلمانوں سے وقتی دشمنی تو کسی بھی قوم یا گروہ کو ہو سکتی ہے۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی صرف دو قوموں میں پائی جاتی ہے۔ یہ دو قومیں ہیں یہود اور وہ لوگ جنہیں قرآن نے "الذین اشرکوا" کہا ہے۔

وقتی عداوت وقتی کشمکش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی وقتی دشمنی کا سبب وقتی محرومی ہوتی ہے لیکن دائمی دشمنی دراصل کسی دائمی محرومی کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی قوم کو اسلام اور مسلمانوں سے دائمی دشمنی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس قوم کے افراد کے دل میں دائمی محرومی کا کوئی احساس جاگزیں ہے۔" (صفحہ ۶)

انسانی تاریخ کا یہ ایک المناک باب ہے کہ ایک قوم جسے اللہ تعالیٰ نے ہر عزت و نعمت سے نوازا اور زمین پر اسے اپنے زمانے میں خیرامت کی ذمہ داریاں سونپیں وہ قوم نہ صرف یہ کہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہ ثابت ہوئی بلکہ اس نے اپنی وفاداری بدل لی اور بجائے

http://www.asraralam.net/

حزب اللہ کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے شیاطین سے حلیفانہ تعلقات استوار کرکے حزب الشیطان میں شامل ہوگئی۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کے بجائے اسے توڑنے لگی' اللہ اور اس کے ملائکہ کا عرش اور ملاء اعلی سے لے کر قلوب انسانی تک جو ربانی روحانی نظام قائم ہے اسے برقرار رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کے بجائے شیاطین انس و جن کی مدد سے اسے توڑنے اور درہم برہم کردینے کے درپے ہوئی' اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں کی بات ماننے اور ان کی نصرت کرنے کے بجائے انہیں قتل کرنے لگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب انہیں سنبھلنے کا آخری موقع دیا گیا اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو بجائے ان پر ایمان لانے اور دین حق کی نصرت کرنے کے وہ ان کی تکذیب کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے آخری بار کہا ہے:

"و امنو بما انزلت مصدقا لما معکم و لاتکونوا اول کافر بہ (البقرہ ۴۰)

لیکن سوائے چند نفوس قدسیہ کے تقریباً پوری قوم یہود کو اس کی توفیق نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ مزید شدومد سے ربانی نظام کے انہدام کی کوشش کرنے لگی۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا بلکہ ان کی اور آیات الٰہی کی تکذیب کی' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کیں' دشمنوں سے تحالف کیا حتی کہ ایک سے زاید بار آنحضورؐ کی جان لینے کی کوشش کی اور اسلام کے روحانی نظام کو درہم برہم کردینے کی کوشش میں لگے رہے۔ اور ان کا یہ سلسلہ آج تک ایک لمحے کو بھی ختم نہیں ہوا اور نہ تا نزول عیسی و ظہور مہدی علیہما السلام و التسلیم کبھی ختم ہوگا۔ اس لئے کہ اس کے جاری رہنے کی گواہی خود قرآن اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ قرآن نے تو اس پورے معرکے کو اس قدر اہمیت دیا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ہاں ایک حدیث ضرور ایسی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخر قرآن کے نصف سے زیادہ حصے پر صرف بنی اسرائیل کا تذکرہ کیوں پھیلا ہوا ہے یا بالفاظ دیگر پورا قرآن معرکہ خیر و شر کے ذکر پر ہی کیوں مشتمل ہے جس کے اندر خود انسان کی تاریخ سمٹ آتی ہے۔ چونکہ یہ امت آخری امت ہے اور یہ عہد آخری عہد ہے اس لئے بھی اس حدیث کی معنویت بڑھ جاتی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں :

"ما بین خلق آدم الی قیام الساعتہ امر اکبر من الدجال (رواہ مسلم)

اس کی مزید تشریح اس حدیث سے ہوتی ہے :

"ما من نبی الا قد انذر امتہ الاعور الکذاب" (متفق علیہ)

اصل بات یہ ہے کہ وہ معرکہ جو درپیش ہے وہ ہے ہی اتنا عظیم اور روح فرسا کہ اگر سارا قرآن اسی پر مشتمل ہوتا تو کچھ عجیب نہ ہوتا۔ پھر مزید یہ کہ دراصل یہ معرکہ ابتداء آفرینش سے برپا معرکہ خیر و شر کو ایک انجام تک پہنچائے گا اور ہر کام کا انجام ہی فیصلہ کن ہوتا ہے :

"انما الاعمال بالخواتیم" (متفق علیہ)

چنانچہ احادیث میں تین ایسے امور مذکور ہیں جو اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ اسلام' اسلام کے روحانی نظام اور امت مسلمہ کو سب سے بڑا معرکہ جن سے درپیش ہے وہ صرف اور صرف یہود ہیں۔ وہ تین امور درج ذیل ہیں :

(۱) الدجال یہودی ہوگا۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' مسند احمد)

(۲) اس کا اتباع کرنے والے لوگوں میں سب سے اہم یہودی ہوں گے۔ (مسلم' ابن ماجہ' مسند احمد)

(۳) اس معرکہ دجال میں سارے یہودی مارے جائیں گے اور نظام خیر قائم ہوجائے گا۔ (مسلم' ابن ماجہ' مسند احمد)

یعنی اس معرکہ میں جو محاذ آرائی ہوگی وہ حسب ذیل ہوگی :

الدجال + دجاجلہ + یہود + کفار + ستر ہزار مسلمان بمقابلہ

حضرت عیسی علیہ السلام + حضرت مہدی علیہ السلام + امت مسلمہ [۱]

آج امت مسلمہ ایک نازک دور سے گزر رہی ہے۔ امت کی اکثریت کو معلوم نہیں کہ نہ صرف یہ کہ اس کا سیاسی نظام درہم برہم ہوچکا ہے' اس کا اقتصادی نظام ٹوٹ چکا ہے' اسے متاع طیب سے محروم کردیا گیا ہے بلکہ اس کو اس کا بھی ادراک نہیں کہ اس کا روحانی نظام یہودیوں کے نفوذ' تداخل اور حملوں سے درہم برہم ہوتا جارہا ہے جس کے اثرات اب ملت کی حیات پر واضح طور پر پڑنے لگے ہیں۔ اس امت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کے روحانی نظام کو جو تمام نظاموں کی اصل ہے' تہس نہس کیا جاتا رہا ہے اور اسے اس کی خبر تک نہیں بلکہ وہ اسے درہم برہم کرنے میں اللہ کے دشمنوں کی آلہ کار بنتی جارہی ہے۔

---

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیہم السیجان (رواہ فی شرح سنتہ)

http://www.asraralam.net/

اس وقت امت میں پے در پے جتنے حادثات فاجعہ رونما ہو رہے ہیں وہ محض اس کا نتیجہ نہیں کہ خلافت ختم ہو چکی ہے اور امت سیاسی، عسکری اور اقتصادی اعتبار سے کمزور ہو چکی ہے بلکہ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اس کا روحانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے، ملائکہ، آسمان دنیا، ملاء اعلیٰ، حافین حول العرش، عرش معلی بلکہ خود اللہ سبحانہ تعالیٰ سے اس کا ربط اگر ٹوٹا نہیں تو کمزور ضرور ہو گیا ہے۔ اب اس کی دعائیں مستجاب نہیں۔ اب کائنات اس کے لئے مسخر نہیں۔ دیگر مخلوق اس کے لئے دعاگو نہیں۔ ان کے قلوب، ان کا جسم، ان کا گھر، ان کا محلہ، ان کا علاقہ، ان کا ملک اب شیطان کی آماجگاہ بن چکے ہیں بلکہ اس نے خود کو اس نظام سے ہی الگ کر لیا ہے جو کائنات میں قائم ربانی نظام ہے جس کے اندر رہنے والوں کو امن نصیب ہوتا ہے اور جہاں سکینت نازل ہوتی ہے۔

اس سے قبل کہ یہ بات بیان کی جائے کہ کس طرح یہودیوں نے ہمارے سیاسی اور اقتصادی نظام کی طرح ہمارے روحانی نظام کو بھی درہم برہم کر دیا ہے جس سے ہمارے بقیہ سارے ہی نظام زمین بوس ہوتے جا رہے ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا حتی الوسع کم سے کم الفاظ میں ذکر کیا جائے کہ آخر اسلام کا روحانی نظام ہے کیا؟ اس کے حدود اربعہ کیا ہیں اور وہ کس طرح قائم رہتا ہے اور کیوں کر ٹوٹ جاتا ہے؟ یہ ذکر اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم ان امور کو بخوبی سمجھ سکیں کہ کس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر آج تک یہودیوں نے ہمارے روحانی نظام کو ہی نہیں بلکہ پورے ربانی نظام کو شیطان کے ساتھ مل کر درہم برہم کرنے کی کوشش کی ہے اور بطور خاص آج وہ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔

۳ نظام کائنات

الف : نظام کائنات کی اصل اس میں جاری نظام روحانی ہے۔ اور وہ نظام روحانی جن امور پر قائم ہے درج ذیل ہیں :

(۱) بدع : اللہ تعالیٰ البدیع ہے۔ ایجاد عالم کے تعلق سے یعنی ایک ایسے عالم کو پیدا کرنا جو کسی شئے سے پیدا نہیں ہوا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"کان اللہ و لم یکن شئی قبلہ (صحیحین)

(۲) خلق : اللہ تعالیٰ الخالق ہے۔ ایجاد عالم کے تعلق سے یعنی عالم کو کسی موجود شئے سے پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"خلق الانسان من صلصال کالفخار و خلق الجان من مارج من نار (الرحمٰن ۱۵-۱۴)

(۳) تسویہ : اللہ تعالیٰ المسوی ہے۔ اس نے خلق کے بعد ہر شے کا تسویہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"الذی خلق فسوی" (الاعلیٰ ۲)

(۴) تقدیر : اللہ تعالیٰ القدیر ہے۔ اس نے تسویہ کے بعد ہر شئے کی تقدیر فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"والذی قدر" (الاعلیٰ ۳)

(۵) ہدایت : اللہ تعالیٰ الہادی ہے۔ اس نے تقدیر کے بعد ہر شئے کو ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"الذی قدر فھدی" (الاعلیٰ ۳)

یہ دراصل ہدایت کی وہ قسم ہے جس کا ذکر اس طرح ہوا ہے :

"ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی" (طٰہٰ ۵۰)

(۶) تدبیر : اللہ تعالیٰ مدبر حقیقی ہے۔ عالم الموالید کے تعلق سے۔ اور اس کی تفصیل ہے امر، ترتیب، تشریع، اور ہدایت۔ اللہ تعالیٰ تدبیر عالم کے تعلق سے امر فرماتا ہے۔ وہ سبھوں کا رب ہے اور اس کی ربوبیت سب پر حاوی ہے۔ وہی شارع حقیقی ہے اور ہدایت اس کی طرف سے آتی ہے اور اس ہدایت میں تینوں اقسام کی ہدایتیں شامل ہیں۔ یعنی وہ ہدایتیں جن کا ذکر

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

قرآن کی درج ذیل آیات میں ہے :

۱ و جعلنا منهم ائمة یهدون با مرنا (الانبیاء ۷۳)

۲ و الذین اهتدوا زادهم هدی (محمد ۱۷)

۳ سیهدیهم و یصلح بالهم (محمد ۵)

(۷) حساب : اللہ تعالیٰ یوم الحساب کا مالک ہے۔

ب : یہ نظام روحانی عملاً تین بنیادوں پر قائم ہے۔ ان تینوں بنیادوں میں واقع ہونے والے حوادث کا اس پر مثبت و منفی اثر پڑتا ہے۔ اور اس اثر کا اثر کائنات پر مرتب ہوتا ہے۔ یہ تین بنیادیں درج ذیل ہیں :

(۱) اصلاح : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (الاعراف ۸۵-۵۶)

(۲) توازن : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم ۴۱)

(۳) ربط : اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

الذین یحملون العرش و من حوله یسبحون بحمد ربهم و یومنون به و یستغفرون الذین امنو ربنا وسعت کل شی رحمته و علما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم الجحیم (المومن ۷)

پ : زمین پر اس نظام روحانی کا تعلق تین امور سے ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ ان کی تعظیم کرے۔ دراصل ان تین امور کی تعظیم اس نظام روحانی کو برقرار رکھتی ہے اور ان کی تحقیر اسے درہم برہم کردیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ذلک و من یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب (الحج ۳۲)

یہ تین امور ہیں :

۱ شعائر اللہ

۲ شعائر الاسلام

۳ مباحات

— شعائر اللہ :

یہ وہ شعائر ہیں جن کا تعلق راست اللہ تعالیٰ سے ہے ان میں معظم شعائر چار ہیں :

۱ قرآن

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳ کعبة الله

۴ الصلاة

— شعائر اسلام :

یہ وہ تمام امور ہیں جو امت میں سنت کہے جاتے ہیں۔ خواہ وہ موکد ہوں یا استحباب کے درجے میں ہوں۔ مثلاً جماعت، اذان، مسواک، نکاح، ختنہ، سلام وغیرہ

— مباحات :

اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو مباحات کے دائرے میں آتے ہیں۔ مباحات سے استفادہ ہی اس کی تعظیم ہے اور یہاں تک آکر ٹھہر جانا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حدود اللہ ہیں اور ان کا مرتکب ہونا کون اور اس میں جاری نظام روحانی کو درہم برہم کرتا ہے۔

ہر چند کہ حدود اللہ کو توڑنے کے مقابلے میں مباحات سے استفادہ ہزار درجے غنیمت ہے لیکن اعتصام بالکتاب و السنہ کرنا اور ان میں مذکورہ تمام شعائر کا مندوب و سنن کے دائرے میں اس طرح التزام کرنا کہ استحباب کا بھی پورا پورا لحاظ رہے اعلیٰ، ارفع اور محفوظ ترین راہ ہے۔ یہ نورانی اور ملکوتی راہ ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کا اظہار جامع مسلم کی حضرت حنظلہ بن الربیع الاسیدی سے مروی حدیث "لو تدومون علی ماتکونون عندی و فی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم و فی طرقکم" سے ہوتا ہے۔

ت : زمین پر اس نظام روحانی کا ذکر اس طرح بھی کیا گیا ہے :

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"الا له الخلق و الامر تبارک الله رب العلمین (الاعراف ۵۴)

یہی وہ نظام ہے جو الحکم کی مانند ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ یہی الدین القیم ہے۔

"ان الحکم الا لله امر الا تعبدوا الا ایاه ذلک الدین القیم" (یوسف ۴۰)

اسی کو یوں بیان کیا گیا ہے :

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

"ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران ۱۹)

اس نظام روحانی کا ہر اعتبار سے نمونہ بن جانا ہی خلافت کبری ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی خلافت کبری تفویض ہوئی ہے۔

ٹ : یہ نظام روحانی جس شکل میں کائنات میں اور بطور خاص اس زمین پر قائم ہے اس کی تفصیل ایک انسان کے بس سے باہر ہے۔ تفصیل تو درکنار اس کا اجمال بھی ہزاروں صفحات چاہتا ہے۔ تاہم اس نظام کے صرف چند اہم ذیلی نظامات اور ان کے اندر جاری چند دیگر ذیلی نظاموں کا تذکرہ محض برائے نام اس لئے کیا جاتا ہے کہ آئندہ کی باتیں باسانی سمجھ لی جائیں۔

یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے :

(ا) نظام سے مراد وہ تمام امور ہیں جو حالات' طریقے' ضابطے' عوامل اور عمل اور رد عمل کے نتائج کے مترتب ہونے کے ضابطوں پر مشتمل ہیں۔ آسانی کے لئے ہم اسے System کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ذیلی نظام سے مراد اس نظام کے اندر کام کرنے والے اس طرح کے دیگر نظاموں کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ مستقل ہونے کے ساتھ ساتھ اس بڑے نظام سے مربوط ہوتے ہیں۔

(۲) اگر ضروری ہوا تو ان ذیلی نظاموں میں سے کسی ایک نظام کے اہم Network اور طریقہ عمل کا مختصراً ذکر کر دیا جائے گا تاکہ اس کی صحیح حقیقت کا ادراک کیا جاسکے۔

کائنات میں جاری اس نظام روحانی کے اہم شعبوں میں سے دس درج ذیل ہیں :

۱۔ نظام ابداع و تکوین' ۲۔ نظام خلق' ۳۔ نظام عوالم' ۴۔ نظام الارض' ۵۔ نظام خیر و شر' ۶۔ نظام ربط' ۷۔ نظام ہدایت' ۸۔ نظام دین و شریعت' ۹۔ نظام معاشرہ اور ۱۰۔ نظام مکافات۔

ان میں سے ہر عنوان کے تحت مستقل متعدد نظام کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے :

(ا) نظام ابداع و تکوین

۱ نظام عرش
۲ نظام کون
۳ نظام زمان

۴ نظام مکان
۵ نظام نور
۶ نظام ظلمات
۷ نظام مقام
۸ نظام قلم
۹ نظام لوح
۱۰ نظام کلام
۱۱ نظام امر

(۲) نظام خلق

۱ نظام روح
۲ نظام ہوا
۳ نظام ماء طیب
۴ نظام ماء
۵ نظام نار
۶ نظام ارض
۷ نظام جنت
۸ نظام جہنم
۹ نظام مخلوقات

۱ نظام ملائکہ
۲ نظام جن
۳ نظام شیاطین
۴ نظام دخان
۵ نظام شہاب
۶ نظام جمادات

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

۷ نظام نباتات
۸ نظام حیوانات
۹ نظام انس
۱۰ نظام حیات
۱۱ نظام موت
۱۲ نظام برزخ
۱۳ نظام نشاۃ
۱۴ نظام تبدیلی خلق

(۳) نظام عوالم

۱ نظام کائنات
۲ نظام ملائکہ (عوالم)
۳ نظام سماء
۴ نظام ملکوت السموات

(۴) نظام الارض

۱ نظام الارض
۲ نظام ہوا
۳ نظام ماء
۴ نظام ارض (محد)
۵ نظام حرکت
۶ نظام صوت
۷ نظام نور (ارضی)
۸ نظام سکوت
۹ نظام تمکن

۱۰ نظام حیات ارض
۱۱ نظام نسل و تناسل
۱۲ نظام روح
۱۳ نظام ملائکہ (ارضی)
۱۴ نظام ملکوت الارض

(۵) نظام خیر و شر

۱ نظام ثواب
۲ نظام عذاب
۳ نظام طیبات
۴ نظام خبیثات
۵ نظام سعادت
۶ نظام شقاوت
۷ نظام عدل
۸ نظام عمل

(۶) نظام ربط

۱ نظام ذکر
۲ نظام صعود
۳ نظام ہبوط
۴ نظام دعاء
۵ نظام اعاذہ
۶ نظام حول
۷ نظام تقویت
۸ نظام نصر

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

٩ نظام قلب

١٠ نظام کلام

١۔ نظام تسبیح
٢۔ نظام تحمید
٣۔ نظام تہلیل
٤۔ نظام استغفار
٥۔ نظام توبہ
٦۔ نظام دعاء
٧۔ نظام شہادت
٨۔ نظام تکبیر
٩۔ نظام تلاوت و قرات
١٠۔ نظام صلوۃ و سلام
١١۔ نظام دعاء (ایک دوسرے کے لئے)
١٢۔ نظام سلام

١١ نظام جسم و اعضاء

١٢ نظام روح

١٣ نظام طہارت

١٤ نظام ملائکہ (رحمت)

(٧) نظام ہدایت

١ نظام وحی

٢ نظام الہام

٣ نظام القاء

٤ نظام ہدایت (تکوینی)

٥ نظام رسالت

٦ نظام شہادت

٧ نظام رویاء

٨ نظام ایمان

(٨) نظام دین و شریعت

(الف) نظام ایمان

١۔ نظام عقیدہ
٢۔ نظام شریعت
١۔ نظام ظواہر
٢۔ نظام بواطن
٣۔ نظام حسنات
٤۔ نظام سیات
٥۔ نظام حلال
٦۔ نظام حرام
٧۔ نظام طہارت
٨۔ نظام نجاست
٩۔ نظام قرآن
١٠۔ نظام ملائکہ
١١۔ نظام حرم
١٢۔ نظام مکہ
١٣۔ نظام مدینہ
١٤۔ نظام بیت المقدس
١٥۔ نظام شام و یمن
١٦۔ نظام مقامات (دیگر)

(ب) نظام عمل

http://www.asraralam.net/

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۱۔ نظام عبادات

۲۔ نظام معاملات

۳۔ نظام حقوق

۴۔ نظام نفس

۵۔ نظام جماعت

۶۔ نظام طیب (معاش)

- ۱۔ نظام اکل
- ۲۔ نظام شرب
- ۳۔ نظام عورات
- ۴۔ نظام اخذ
- ۵۔ نظام قبول
- ۶۔ نظام توریث
- ۷۔ نظام معیشت
  - ۱ نظام حصول
  - ۲ نظام جمع (کنز)
  - ۳ نظام انفاق
- ۸۔ نظام حلال و حرام
- ۹۔ نظام مشتبہات

(۹) نظام معاشرہ

۱ نظام عدل

۲ نظام قسط

۳ نظام حقوق

۴ نظام میراث (انسان)

۵ نظام انسانی (بحیثیت اشرف المخلوقات)

۶ نظام انسانی (بحیثیت اہل ایمان)

۷ نظام انسانی (بحیثیت امت مجتبی)

۸ نظام انسانی (بحیثیت امت وسط)

۹ نظام انسانی (بحیثیت خیر امت)

۱۰ نظام انسانی (بحیثیت راسخون فی العلم، المتقین، اہل الذکر، العادین، اولوالالباب، اولی النہی، محسنین)

(۱۰) نظام مکافات

۱ نظام الساعۃ

۲ نظام قیامت

۳ نظام حشر

۴ نظام برزخ

۵ نظام تکمیل دین

۶ نظام انہدام نظام دین

۷ نظام ارتفاع قرآن

۸ نظام انہدام نظام خلق

۹ نظام انہدام نظام تکوین

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ان دس نظاموں کے علاوہ بھی مستقل کئی اور نظام ہیں جن کا ذکر کیا جانا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ نظام نظام روحانی کے اہم ستون ہیں۔

۱ نظام مطر

۲ نظام ادراک حیوانات

۳ نظام نغمہ

۴ نظام تصویر

۵ نظام تجسیم

http://www.asraralam.net/

۶ نظام زلزلہ
۷ نظام افعی
۸ نظام عفریت
۹ نظام بو (خوش)
۱۰ نظام بو (بد)
۱۱ نظام کلب
۱۲ نظام خنزیر
۱۳ نظام موسیقی
۱۴ نظام عورات
۱۵ نظام مساجد
۱۶ نظام بازار
۱۷ نظام حرمات حرم
۱۸ نظام جزیرۃ العرب
۱۹ نظام جبل احد
۲۰ نظام سنت
۲۱ نظام قبر
۲۲ نظام ارواح (مومنین)
۲۳ نظام ارواح (غیر مومنین)
۲۴ نظام شیاطین
۲۵ نظام رویاء
۲۶ نظام سفر
۲۷ نظام حضر
۲۸ نظام اقامت
۲۹ نظام نشست و برخاست و مشی و خواب
۳۰ نظام عباد اللہ

۳۱ نظام غرقد
۳۲ نظام دابۃ الارض
۳۳ نظام ھبوط
۳۴ نظام مسخ
۳۵ نظام تغییر الخلق

یہ تمام نظام جو فی الواقع نظام روحانی کا حصہ ہیں ایک نہایت حساس شبکہ (Network) کی طرح جاری وساری ہیں اور اس میں تھوڑی سی تحریک یا تھوڑا سا فساد بھی پورے نظام کو متاثر کرتا ہے۔

یہ نظام روحانی جیسا کہ عرض کیا گیا صلاح' توازن اور ربط کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ان بنیادوں میں جب خارج یا داخل سے (بذریعہ شیاطین) مداخلت ہوتی ہے یا خرابی پیدا کی جاتی ہے تو اس سے پورا نظام متاثر ہوتا ہے جس سے زمین پر صلاح و فلاح کی صورت حال بدل جاتی ہے۔ مومن بحیثیت خلیفہ اللہ فی الارض اس نظام کو تھامنے والا ہے۔ اور اس وقت امت محمدیہ مستجابہ کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے۔

مذکورہ تمام امور در اصل پوری کائنات کو تھامے ہوئے ہیں۔ وہی اس کی حیات وفلاح کی ضمانت ہیں۔ انسان' اس کا معاشرہ' اس کی حیات' اس کی تاریخ اور اس کا انجام سب کچھ اسی نظام روحانی سے وابستہ ہے۔ اس نظام کی اقامت اور اسے چلا کر ثابت کر دینا ہی حکمت ربانی ہے۔ یہ سب حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آفاق وانفس میں اس کی آیات بکھری ہوئی ہیں۔ اس کے جوارح سے اس کا اہتمام ہی خلافت کبریٰ ہے۔ اس کی اتم واحسن تعمیل کی خبر ہی وہ بات ہے جو **انی اعلم ملا تعلمون** (البقرہ) میں پوشیدہ ہے۔ **لا تفسدوا فی الارض** کا خطاب اسی نظام کی حفاظت پر تنبہ ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدرت کاملہ کے اتم واکمل نمونہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق مبارک اس نمونہ کا حصول اور ظہور اتم ہے۔ **بعثت من خیر قرون بنی آدم** (بخاری)' **کان نبیا قبل خلق آدم** (ترمذی' مسند احمد)' **اول الناس فی الخلق و آخرهم فی**

http://www.asraralam.net/

البعث (طبقات ابن سعد)' تنام عینه ولکن قلبه لا ینام (بخاری' ابوداؤد)' حامل لواء الحمد یوم القیامه (مسند احمد) یکسوه' الله حله خضراء یوم القیامه (مسند احمد) وغیرھم اس کی تفسیریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اور بعثت اس نمونہ کی کامیابی ہے۔ یہی وہ بات ہے جو انی اعلم مالا تعلمون میں مضمر ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ آپ انشاء اللہ الرحمان مقام محمود پر فائز کیے جائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعی نے شفاء السقام میں لکھا ہے:

"قاضی عیاض نے فرمایا۔ امام مسلم نے حضرت جابر کی حدیث ذکر کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام محمود یہی ہے کہ آنحضور کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو جہنم سے نکالیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس' حضرت ابن مسعود سے اسی طرح کی روایتیں منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر کی ایک روایت ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقام محمود آنحضور کا محشر میں شفاعت کرنا ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں آنحضور کو مقام محمود عطا ہوگا۔

حضرت حذیفہ کی ایک روایت ہے جس میں محشر کا تذکرہ ہے اور یہ ذکر ہے کہ سب لوگ خاموش ہوں گے۔ بغیر اجازت خداوندی کوئی شخص بات نہ کرسکے گا۔ پھر آنحضور کو پکارا جائے گا تو آنحضور کہیں گے لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک اور یہی مقام محمود ہے۔

حضرت کعب ابن مالک کی روایت ہے آنحضور نے فرمایا لوگوں کا حشر ایک ٹیلہ پر ہوگا پھر حضرت حق تعالیٰ مجھے ایک سبز لباس پہنائیں گے پھر مجھے اجازت ملے گی تو وہ سب کچھ کہوں گا جو اللہ تعالیٰ مجھ سے کہلائے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے روز حضرت آدم اور ان سے بعد کے تمام لوگوں کا آنحضور کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا' جہنم سے لوگوں کو نکالنا' میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا اور حشر کے دن کی آنحضور کی دیگر خصوصیات سب مقام محمود ہے۔

اللھم رب ھذہ الدعوہ التامه الصلواه القائمه ات محمد الوسیله والفضیله وابعثه مقام محمود الذی وعدته۔

یہی کائنات کی حقیقت کبریٰ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی ہے اور اس کی حقیقت فی الواقع صرف حضرت اطلاق جل مجدہ ہی جانتے ہیں۔ اور قرآن اس پر شاہد ہے۔ یہی حقیقت **انا اعطینک الکوثر** (الکوثر) ہے۔

یہی **ورفعنا لک ذکرک** (انشراح) ہے اور یہی **ولسوف یعطیک ربک فترضی** (الضحیٰ) ہے۔ یہی حقیقت جب حیات ارضی میں واقع ہوتی ہے تو :

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا انه ھو السمیع البصیر کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ حضرت اطلاق جل مجدہ مرید ہیں اور ارادہ آپ کی صفت ذاتیہ ہے۔ کائنات آپ کی قدرت کاملہ کا ظہور اور تنزل ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی غایت اولیٰ ہیں۔ **اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد۔**

یہ خلاصہ ہے اسلام کے نظام روحانی کا جس کا مذاکرہ آئندہ کی بحث کے لئے ضروری تھا۔

۴ اسلام کے روحانی نظام کا انہدام اور یہودی

☆ نظام الٰہی کے دشمن

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور ان کے دونوں بیٹوں کی نسل کو برکت عطا فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنو اسرائیل کہلائی۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے قبل کسی قوم پر اتنی فضیلت نہیں اتاری جتنی بنو اسرائیل پر۔ اللہ نے انہیں فضیلت دی اور اپنے نظام کا جارحہ بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون" (البقرہ ۴۰)

یہ فضیلت ایک بے مثال فضیلت تھی جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین" (البقرہ ۴۷)

لیکن افسوس صد افسوس کے وہ قوم بجائے اس کے کہ ان نعمتوں اور فضیلتوں پر اللہ کی شکر گذار ہوتی اور اپنے فرض منصبی کو ادا کرتی وہ اللہ کے اس نظام کو تباہ وبرباد کردینے پر تل گئی۔ اس نے اللہ سے اپنی وفاداری بدل لی۔ اور شیطان سے ہاتھ ملا لیا۔ اور بجائے اللہ کے مشن انی

http://www.asraralam.net/

اعلم مالا تعلمون کو بیچ کر دکھانے میں جان و مال کی قربانی دیتی وہ شیطان کے مشن انظرنی الی یوم یبعثون کو بیچ کر دکھانے میں جٹ گئی۔

چنانچہ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ فی الواقع اللہ' اس کے ملائکہ' اس کے انبیاء اور رسل اور اس کے نظام کی دشمن ہو گئی۔ اب اس کا مشن اللہ کے خلاف کام کرنا' اس کے ملائکہ کے کام میں خلل ڈالنا' اس کے رسولوں کی تکذیب کرنا حتیٰ کہ انہیں قتل کر دینا اور اللہ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے آئندہ بھیجے جانے والے نبیوں کو یا تو پیدا ہونے ہی نہ دینا یا پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا اور اللہ اور اللہ کی کائنات میں جاری و ساری روحانی اور دیگر نظاموں کو درہم برہم کر دینا ہو گیا۔ جہاں یہ بات اللہ کی مشیت میں تھی وہیں حضرت ابراہیم کی دعاء پر حجت کا تمام کرنا بھی تھا۔ انسانی تاریخ کا یہ عجیب و غریب اور نہایت پیچیدہ واقعہ ہے۔ اب یہود کی دشمنی اللہ تعالیٰ' بطور خاص حضرت جبرئیل' حضرت میکائیل اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں سے ہو گئی۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب غاتیوں کی غایت اولیٰ تھے اس لئے یہودیوں کی تمام دشمنی کے مرکز وہی قرار پائے۔ چونکہ یہ سارا معاملہ اس قدر پیچیدہ ہے کہ یہاں اس کا بیان کیا جانا طوالت کا سبب ہو گا۔ لہٰذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اس پورے واقعے کو جس طرح البقرہ آیت ۴۰ تا ۱۰۳ میں یکجا بیان فرمایا ہے اسے بنظر غائر دیکھ لیا جائے۔ یہاں صرف آیات ۸۲ تا ۱۰۳ کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہود اللہ' جبرئیل' میکائیل اور رسولوں کے دشمن کیونکر بنے؟ دشمنی کے بعد انہوں نے ربانی نظام کو کس طرح درہم برہم کرنا چاہا؟ اور اب کیا کرنا ان کا مقصد ہے؟۔

"یاد کرو' اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ' یتیموں کے اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' لوگوں سے بھلی بات کہنا' نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا' مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ پھر ذرا یاد کرو' ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا' تم خود اس پر گواہ ہو۔ مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو۔ اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو خانماں کر دیتے ہو' ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو۔ اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کی رہائی کے لئے فدیہ

کا لین دین کرتے ہو۔ حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں' ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے' جو تم کر رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی ہے' لہٰذا نہ ان کی سزا میں کوئی تخفیف ہو گی اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے' آخر کار عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور روح القدس سے اس کی مدد کی۔ پھر یہ تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشات نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمہارے پاس آیا تو تم نے اس کے مقابلے میں سرکشی ہی کی' کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا۔ وہ کہتے ہیں' ہمارے دل محفوظ ہیں۔ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہے۔ اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔ اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجودیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی' باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے' مگر جب وہ چیز آگئی جسے وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت ان منکرین پر' کیسا برا ذریعہ ہے جس سے یہ اپنے نفس کی تسلی حاصل کرتے ہیں کہ جو ہدایت اللہ نے نازل کی ہے اس کو قبول کرنے سے صرف اس ضد کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل (وحی و رسالت) سے اپنے جس بندے کو خود چاہا' نواز دیا۔ لہٰذا اب یہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لئے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں "ہم تو صرف اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے ہاں (یعنی نسل اسرائیل میں) اتری ہے" اس دائرے کے باہر جو کچھ آیا ہے' اسے ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں' حالانکہ وہ حق ہے اور اس تعلیم کی تصدیق و تائید کر رہا ہے جو ان کے ہاں پہلے سے موجود تھی۔ اچھا ان سے کہو: اگر تم اس تعلیم ہی پر ایمان رکھنے والے ہو جو تمہارے ہاں آئی تھی" تو اس سے پہلے اللہ کے ان پیغمبروں کو (جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے) کیوں قتل کرتے رہے؟ تمہارے پاس موسیٰ کیسی کیسی روشن

http://www.asraralam.net/

http://www.asrarealam.net/

نشانیوں کے ساتھ آیا۔ پھر بھی تم ظالم تھے کہ اس کے پیٹھ موڑتے ہی بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔ پھر ذرا اس میثاق کو یاد کرو' جو طور کو تمہارے اوپر اٹھا کر ہم نے تم سے لیا تھا۔ ہم نے تاکید کی تھی کہ جو ہدایات ہم دے رہے ہیں ان کی سختی کے ساتھ پابندی کرو اور کان لگا کر سنو۔ تمہارے اسلاف نے کہا کہ ہم نے سن لیا' مگر مانیں گے نہیں۔ اور ان کی باطل پرستی کا یہ حال تھا کہ دلوں میں ان کے بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔ کہو: اگر تم مومن ہو' تو عجیب ایمان ہے' جو ایسی بری حرکات کا تمہیں حکم دیتا ہے۔

ان سے کہو کہ اگر واقعی اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لئے مخصوص ہے' تب تو تمہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کرو' اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو ــــ یقین جانو کہ یہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے' اس لئے کہ اپنے ہاتھوں جو کچھ کما کر انہوں نے وہاں بھیجا ہے' اس کا اقتضا یہی ہے (کہ یہ وہاں جانے کی تمنا نہ کریں)' اللہ ان ظالموں کے حال سے خوب واقف ہے۔ تم انھیں سب سے بڑھ کر جینے کا حریص پاؤ گے حتیٰ کہ یہ اس معاملے میں مشرکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح ہزار برس جیئے' حالانکہ لمبی عمر بہرحال اسے عذاب سے تو دور نہیں پھینک سکتی۔ جیسے کچھ اعمال یہ کر رہے ہیں' اللہ تو انھیں دیکھ ہی رہا ہے۔

ان سے کہو کہ جو کوئی جبرئیل سے عداوت رکھتا ہو' اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ جبرئیل نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے' جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آیا ہے۔ (اگر جبریل سے ان کی عداوت کا سبب یہی ہے' تو کہہ دو کہ) جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکال کے دشمن ہیں' اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں۔ اور ان کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔ کیا ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا رہا ہے کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک نہ ایک گروہ نے اسے ضرور ہی بالائے طاق رکھ دیا؟ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہی ہیں' جو سچے دل سے ایمان نہیں لائے۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتا ہوا آیا جو ان کے ہاں پہلے سے موجود تھی' تو ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈالا گویا

کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے' جو شیاطین' سلیمان کی سلطنت کا نام لیکر پیش کیا کرتے تھے' حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا' کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں' ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی' حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے' تو پہلے صاف طور پر متنبہ کردیا کرتے تھے کہ "دیکھ' ہم محض ایک آزمائش ہیں' تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔" پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے' جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے' مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں۔ بلکہ نقصان دہ تھی اور انھیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا' اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری متاع تھی۔ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا' کاش! انھیں معلوم ہوتا۔ اگر وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے' تو اللہ کے ہاں اس کا جو بدلہ ملتا' وہ ان کے لئے زیادہ بہتر تھا۔ کاش انھیں خبر ہوتی۔ (البقرہ ۸۲۔۱۰۳)

☆ یہود اور ابلیس

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے :

"ان الشیطان للانسان عدو مبین" (یوسف ۵)

یہ خبر تاریخ انسانی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اگر فی الواقع انسان بلکہ نوع انسانی کا کوئی حقیقی دشمن ہے اور انسان کی کامیابی سے اگر کسی کو سب سے زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے تو وہ شیطان ہے۔ اس کائنات میں اس کا مقصد اصلی صرف بنی نوع انسان کو ناکامی سے دوچار کرنا ہے۔ اگر وہ اس میں ناکام ہوتا ہے تو اسکی زندگی اکارت جائے گی اور وہ خود اپنی نظر میں بھی مجرم قرار پائے گا۔ اس پورے معاملے کو قرآن نے یوں پیش فرمایا ہے:

"ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی' پھر تمہاری صورت بنائی' پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔ اس حکم پر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ پوچھا "تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟" بولا "میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے"۔ فرمایا "اچھا' تو یہاں سے نیچے اتر۔ تجھے حق

http://www.asraralam.net/

نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ در حقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔" بولا" مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا" تجھے مہلت ہے۔" بولا" بس تو جیسا تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔ آگے اور پیچھے' دائیں اور بائیں' ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔" (الاعراف ۱۷-۱۱)

چنانچہ شیطان کا واحد مقصد زمین پر ربانی نظام کو درہم برہم کرنا اور انسانوں کو اس نظام سے دور لے جانا بن گیا۔

اس معاملے میں یہود نے شیطان سے تحالف کیا اور اللہ سے اپنی وفاداری ختم کر ڈالی اور حزب الشیطان میں داخل ہو گئے۔ اب ان کا وظیفہ شیطان کی ہمنوائی اور ہم قدمی ہے۔ چنانچہ اب ان دونوں کا مشن قرار پایا :

(۱) ربانی مشن کو ناکام بنانے کے لئے ربانی نظام کو درہم برہم کرنا
(۲) ربانی مشن کی تکمیل کے لئے آنے والے فرشتوں کو ناکام کرنا
(۳) انبیاء و رسل کا خاتمہ کرنا
(۴) صحائف ربانی اور کتب منزلہ کو تباہ کرنا
(۵) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز نہ ہونے دینا۔

چنانچہ اس مشن میں دونوں ایک دوسرے کے پشتیبان ہیں۔ یہ تحالف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدیوں پہلے سے جاری ہے اور خاتمہ دجال تک جاری رہے گا۔ شیطان یہود کے لئے اور یہود شیطان کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ربانی نظام اور شیطانی نظام کے مابین آخری سب سے بڑا معرکہ' معرکہ دجال و مسیح ہو گا۔ چنانچہ ان شاء اللہ اس میں شیطان اور یہود کی ہار ہو گی۔ اور شیطان زمین پر اپنے سب سے بڑے حلیف یہود کا خاتمہ دیکھے گا۔ واضح ہو کہ یہ معرکہ ہر اعتبار سے کافرین کا روئے زمین پر سب سے بڑا مجمع ہو گا۔

☆ یہود اور انبیاء بنی اسرائیل

واقعہ یہ ہے کہ شیطان کے ساتھ اکثر یہود کا تحالف حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل ہی جڑ پکڑ چکا تھا اور وہ علانیہ اللہ سے اپنی برات کا اظہار کر چکے تھے۔ لعنت ایک سخت بات ہے۔ مومنین کو ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل پر دوبار لعنت فرمائی اور وہ بھی اپنے برگزیدہ انبیاء کی زبان سے۔ کسی قوم کی بدبختی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا سب سے رؤف و رحیم فرد اس پر لعنت کرے۔ حضرت داؤد کی لعنت ابتداء تھی اور حضرت عیسی علی نبینا الصلواۃ والسلام کی لعنت آخری اور اتمام حجت کے بعد تھی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا :

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔(المائدہ ۷۸)

یوں تو ہر نبی کی بعثت ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری حیات' ان کی پیدائش' ان کی طفولیت' انکی بعثت اور ان کا زندہ اٹھا لیا جانا تاریخ انسانی کا ایک غیر معمولی اور نہایت ہی عظیم الشان واقعہ ہے۔ ان کی ہر چیز ایک آیت باہرہ اور برہان تھی۔ ان کی بعثت حجۃ تھی اور بنی اسرائیل پر ان کی لعنت حجۃ بالغہ اور تامہ تھی۔ قرآن نے فرمایا :

"انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ' کلمتہ القاھا الی مریم" (النساء ۱۷۱)

آپ رسول اللہ اور کلمہ اللہ قرار دیئے گئے۔

آپ کی پیدائش بھی ایک آیت باہرہ ہے جس کی تشریح سے انسانی عقل عاجز ہے۔ قرآن نے فرمایا :

ان مثل عیسی عنداللہ کمثل ادم خلقہ من تراب (ال عمران ۵۹)

ان کی بعثت نظام ربانی کے ایک غیر معمولی مشن کی تکمیل کے لئے ہو رہی تھی لہذا اسکے لئے اللہ تعالٰی نے خصوصی نظم فرمایا: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس پر بھر پور روشنی ڈالتی ہے :

http://www.asraralam.net/

"قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی دم یطعن الشیطان فی جنبیہ باصبعیہ حین یولد غیر عیسی بن مریم ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ (متفق علیہ)

ایسی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنی اسرائیل پر لعنت خود ایک آیت ہے۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھا لیا جانا اس سے بھی بڑی آیت ہے۔

واقعہ یہ ہے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب' تحقیر اور تنقیص میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اپنی کوشش کی حد تک تو انہوں نے ان کے مشن کو ناکام بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا یہاں تک کہ ان کے قتل کے درپے ہوئے اور اپنی معلومات کی حد تک ان کا خاتمہ کرکے ہی دم لیا۔ یہ جدا بات ہے کہ اللہ نے انھیں شبہ میں ڈال دیا اور اپنے نبی علیہ السلام کی حفاظت فرمائی اور انھیں زندہ اٹھالیا۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے یہ فرمانا ——— **"ولا تکونو اول کافر بہ"** نہایت معنی خیز ہے۔

مدینہ یعنی یثرب میں یہود کا آکر بسنا تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے انتظار میں یہود وہاں آکر بس گئے تھے۔ اس واقعہ کا اجمال تو ایسا ہی ہے لیکن اس کی تفصیل وہ نہیں معلوم ہوتی جو مشہور ہے۔

مشہور یہ ہے کہ یہود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کے منتظر تھے اور ان پر ایمان لانے کے لئے مدینہ آئے تھے۔ ممکن ہے یہ بات ان چند نفوس قدسیہ پر صادق آتی ہو جو ان میں پائے جاتے ہوں گے۔ لیکن من حیث القوم یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ جو قوم خود اپنی قوم میں مبعوث حضرت یحیٰ و عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اپنے علم کی حد تک قتل کرچکی ہو وہ ایک دوسری جگہ اور دوسری قوم میں نبی آخر الزماں کی آمد اور ان پر ایمان لانے کا انتظار کرنے کو آبسی ہو درست معلوم نہیں ہوتی۔ وہ یقیناً نبی آخر الزماں کے انتظار میں وہاں آئے۔ لیکن دوسرے مقصد سے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سعید روحیں تھیں۔ وہ وہاں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے آئے تھے۔ وہ وہاں وہی کرنے کے لئے آئے تھے جو وہ اس سے قبل حضرت یحیٰ' حضرت زکریا اور

حضرت عیسیٰ کے ساتھ کرچکے تھے۔ اور انہوں نے ایسا ہی کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ یثرب میں ان کی پوری تاریخ پہلی بات کے بجائے دوسری بات کی تصدیق کرتی ہے۔

☆ یہود اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہودیوں نے اللہ' اس کے ملائکہ' اس کے رسول اور اس کے روحانی نظام کو ناکام کرنے کی پوری کوشش کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سلسلے میں ان کا موقف بہت واضح تھا اور وہ اس سے قطعاً مختلف نہ تھا جس کا ذکر عاجز ابھی کرچکا ہے۔ چنانچہ حضرت صفوان بن عسال سے مروی وہ حدیث جس کو ترمذی' ابو داؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے اس پر اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے۔ حدیث درج ذیل ہے :

عن صفوان بن عسال قال قال یہودی لصاحبہ اذھب بنا الی ھذا النبی فقال لہ صاحبہ' لا تقل نبی' انہ لو سمعک لکان لہ اربع اعین۔ فاتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فسالاہ عن ایات بینات' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتشرکوا باللہ شیا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببری الی ذی سلطان لیقتلہ ولا تسحروا ولا تاکلوا الربوا ولا تقذفوا محصنہ ولا تولوا للفرار یوم الزحف وعلیکم خاصہ الیھود ان لا تعتدوا فی السبت' قال' فقبلا یدیہ ورجلہ و قالا نشھد انک نبی' قال فما یمنعکم ان تتبعونی قالا ان داود علیہ السلام دعا ربہ ان لا یزال من ذریتہ نبی وانا نخاف ان تبعناک ان یقتلنا الیھود۔

خود بخاری میں مروی حضرت ابوھریرہ کی حدیث **" قال لو امن بی عشرۃ من الیھود لا من بی الیھود** اسی کی تائید کرتی ہے۔

چنانچہ ذیل میں ان اہم واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے یہ بات سامنے آجائے گی کہ مدینہ میں یہودیوں کے آبسنے کا اصل مقصد کیا تھا؟ انہوں نے اپنی حد تک ربانی نظام کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہا جو وہ اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کرچکے تھے۔ لیکن

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

اللہ نے انہیں ناکام بنادیا۔

(۱) تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یثرب ہی نہیں بلکہ پورے عرب میں ہر طرح کا فساد برپا کرکے اسے نبوی مشن کی تکمیل کے لئے بالکل ناقابل بنا رکھا تھا۔ اوس اور خزرج سالہا سال سے برسرپیکار تھے۔ خود قران نے اس غیر معمولی بگڑی ہوئی حالت پر واضح تبصرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیساکہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ (آل عمران ۱۰۳)

بلکہ سیاق کلام تو اور کھول کر بتارہا ہے کہ خود اس عہد میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مشن کو ناکام بنادینے کی عملی جدوجہد کررہے تھے۔ قران کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ (آل عمران۔ ۱۰۰)"

(۲) قران کے متعدد آیات اس کے گواہ ہیں کہ یہودیوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور دین اسلام کی تنقید' تنقیص' تکذیب اور تحقیر میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

(۳) انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے ذلیل کرنا چاہا۔ اور ان کے خلاف ایک عام فضا بنانی چاہی۔ چنانچہ ابوداوٗد نے حضرت علی سے روایت کی ہے:

"عن علی ان یھودیہ کانت تشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل النبی صلی اللہ علیہ وسلم دمھا۔

(۴) صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو محرم ۷ھ میں خیبر سے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور ایک مشہور (یہودی) جادوگر لبید

بن اعصم اور اس کی جادوگر بہنوں سے مل کر آنحضور پر جادو کیا جس سے آنحضور تقریباً ایک سال تک سخت تکلیف اور پریشانی میں رہے بالاخر اللہ نے ان کی مدد کی اور انہیں شفا ملی۔ اس واقعہ کو بخاری' مسلم' نسائی' ابن ماجہ' امام احمد' عبدالرزاق' حمیدی' بیہقی' طبرانی' ابن سعد' وغیرہم نے بیان کیا ہے۔

(۵) یہودیوں نے ایک سے زائد بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقوں سے قتل کرنا چاہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہربار حفاظت فرمائی۔

(۶) اسی طرح عہد نبوی کا غیرمعمولی واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کعب ابن اشرف یہودی کی کوششیں تھیں۔ اس نے پورے عرب میں آنحضور کے خلاف آگ لگا رکھی تھی۔ اللہ کے دین کے لئے عظیم خطروں میں سے ایک کعب بن اشرف تھا۔ مسلم شریف کی روایت ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لکعب بن اشرف فانہ قد اذی اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال محمد بن مسلمہ یا رسول اللہ اتحب ان اقتلہ قال نعم۔**

چنانچہ اس کا خاتمہ کردیا گیا۔

(۷) قرینظہ' غطفان اور بنو نضیر نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور اس دین کے خاتمے کے لئے بھرپور کوشش کی چنانچہ یا تو قتل کئے گئے یا جلاوطن کردیئے گئے۔

(۸) مدینہ سے جلاوطنی کے بعد بھی یہودیوں نے کبھی معاندانہ کاروائیاں بند نہ کیں چنانچہ پہلے خیبر سے پھر پورے جزیرۃ العرب سے جلا وطن کردیئے گئے۔

(۹) بعض تاریخی شہادتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشہور منافق عبداللہ ابن ابی بن سلول جو خزرج میں سے تھا وہ دراصل قوم یہود ہی سے تعلق رکھتا تھا۔

(۱۰) عہد نبوی کا سب سے اہم اور بعض حیثیتوں سے نہایت پر اسرار واقعہ مشہور یہودی ابن صیاد کا ہے(ان شاء اللہ ابن صیاد پر کچھ بحث بعد میں آئیگی)۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ربانی روحانی نظام کو درہم برہم کردینے کی سب بڑی اور غیر معمولی کوشش ابن صیاد نے کی۔ آنحضورؐ ہمیشہ اس کے خطرات سے آگاہ رہے اور انہوں نے

http://www.asraralam.net/

اس پر امت کو باخبر فرمایا۔(حضرت ابو سعید الخدری کی حدیث کی تطبیق و تاویل و تقریر کی یہاں گنجائش نہیں) ابن صیاد کا واقعہ بخاری' مسلم ' ابوداؤد' ترمذی' مسند احمد' میں بیان ہوا ہے۔

☆ حفظ ما تقدم

تمام انبیاء و مرسلین کی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو الدجال کے خطرے سے باخبر کیا۔ لیکن چونکہ یہ [illegible]ی امت ہے اور اس عہد میں الدجال کا ظاہر ہونا یقینی ہے لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص اس کی تیاری فرمائی۔ اس تیاری کا ایک حصہ امت کو یہودیوں کے فتنوں اور خطروں سے آگاہ کرنا اور حفاظتی انتظامات فرمانا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روحانی نظام کی حفاظت کے لئے جسے شیطان یہودیوں کی مدد سے توڑ دینا چاہتا ہے ایک مضبوط لائحہ عمل عنایت فرمایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کا جزیرۃ العرب سے اخراج سیاسی یا معاشی امور کے تحت نہیں کیا تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اس کا اصلی مقصد تمام نظاموں کی اصل نظام روحانی کو جزیرۃ العرب کی حد تک صد فی صد محفوظ و مامون رکھنا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں بخاری' مسلم' مسند احمد وغیرہ میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا تعلق خیبر' فدک ' نجران' حجاز بلکہ پورے جزیرۃ العرب کے یہودیوں کے اجلاء سے ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے راشد اور مہدی خلفاء اور بطور خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل اسی طور پر قائم رہا۔

دوسری بات جو اس سلسلے میں سامنے آتی ہے وہ آنحضور کا وہ غصہ ہے جو یہودیوں سے کسی قسم کے اکتساب فیض و علم سے متعلق تھا۔ حدیث شریف میں ہے:

"عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہو کون انتم کما تہوکت الیہود و النصاری لقد جئتکم بہا بیضاء نقیہ و لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی (رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان)

تیسری بات یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہمہ دم تیار رہنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اسکی پوری اور بالتفصیل آگاہی دی۔ چنانچہ امام مسلم نے روایت کی ہے:

"وعن ابی زید عمر و بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر' و صعد المنبر' فخطبنا حتی حضرت الظہر' فنزل فصلی' ثم صعد المنبر حتی حضرت العصر' ثم نزل فصلی ' ثم صعدالمنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا ما کان وما ہو کائن ' فاعلمنا احفظنا۔

لیکن اس سلسلے میں نہایت اہم وہ حدیث ہے جسے فاطمہ بنت قیس نے روایت کی ہے۔

"قالت سمعت منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادی الصلوۃ الجامعۃ' فخرجت الی المسجد' فصلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' فلما قضی صلوتہ جلس علی المنبر و ہو یضحک ' فقال لیلزم کل انسان مصلاہ ثم قال ہل تدرون لما جمعتکم' قالوا اللہ و رسولہ اعلم ' قال انی واللہ ما جمعتکم لرغبتہ ولا لر ہبتہ ولکن جمعتکم لان تمیما الداری کان رجلا نصرانیا فجاء واسلم و حدثنی حدیثا وافق الذی کنت احدثکم بہ عن المسیح الدجال۔ حدثنی انہ رکب فی سفینتہ بحریتہ مع ثلثین رجلا من لخم و جذام فلعب بہم الموج شہرا فی البحر فار فئوا الی جزیرۃ حین تغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینتہ فدخلوا الجزیرۃ فلقیتہم دابتہ اہلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر' قالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسہ انطلقوا الی ہذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلا فرقنا منہا ان تکون شیطانتہ قال فانطلقنا سراعا حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان ما رایناہ قط خلقا و اشدہ وثاقا مجموعتہ یدہ الی عنقہ مابین رکبتہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت قال قدرتم علی خبری فاخبرونی ماانتم ' قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینتہ بحریتہ فلعب بنا البحر شہرا فدخلنا الجزیرۃ فلقیتنا دابتہ اہلب فقالت انا الجساستہ اعمدوا الی ہذا الدیر فاقبلنا الیک سراعا۔ فقال اخبرونی عن نخل بیسان ہل تثمر قلنا نعم' قال اما انہا توشک ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرۃ الطبریتہ۔ ہل فیہا ماء قلنا ہی کثیرۃ الماء قال ان ماء ہا یوشک ان یذہب' قال اخبرونی عن عین زغر ہل فی العین ماء و ہل یزرع اہلہا بماء العین قلنا نعم ہی کثیرۃ الماء و اہلہا یزرعون من

http://www.asraralam.net/

مانتها قال اخبرونی عن نبی الامیین مافعل قلنا قد خرج من مکته و نزل یثرب قال اقاتله العرب قلنا نعم قال کیف صنع بهم فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب واطاعوه قال اما ان ذلک خیرلهم ان یطیعوه وانی مخبرکم عنی، انی انا المسیح الدجال وانی یوشک ان یوذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریه الا هبطتها فی اربعین لیله غیر مکه وطیبه هما محرمتان علی کلتا هما کلما اردت ان ادخل واحدا منهما استقبلنی ملک بیده السیف صلتا یصدنی عنها وان علی کل نقب منها ملائکه یحرسونها قال رسول لله صلی الله علیه وسلم وطعن بمخصرته فی المنبر هذه طیبه هذه طیبه هذه طیبه یعنی المدینه الا هل کنت حدثتکم فقال الناس نعم الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ماهو واو ماه بیده الی المشرق۔ (رواہ مسلم)

اس سلسلے میں سردست تو صرف یہ کہنا ہے کہ ہمارے یہاں اس حدیث پر جتنی بھی بحث ہوئی ہے اس میں دو پہلو بالکل نظر انداز سے ہوگئے ہیں جو تحقیق کے لئے نہایت ضروری تھے۔ مثلاً الدجال پر فتح الباری میں جو طویل بحث درج ہے اس میں اس پر بحث نہیں کہ خود مستند یہودی ذرائع اپنے طور پر اس واقعے سے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ یعنی اس حدیث پر علماء یہود کی رائے نہیں بلکہ واقعہ دجال اور معرکہ عیسی ودجال سے متعلق۔ دوسری بات یہ کہ خود اس حدیث میں ان سوالوں پر بھی کما حقہ غور نہیں کیا گیا جو خود جزیرے میں مقید شخص نے کئے تھے۔ واضح ہو کہ ہرچند یہ ایک روداد سفر ہے لیکن اس میں چار پہلو غیر معمولی ہیں (۱) واقعہ کا اصل راوی ایک مسلمان ہے جو پہلے عیسائی تھے۔ (۲) واقعہ کی حقیقی روایت کسی اور نے نہیں بلکہ خود آنحضور نے کی۔ (۳) آنحضور نے محض واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ اس کے بیان کرنے کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا (۴) اور چوتھی بات یہ کہ آپ نے صرف واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ اس پر اپنا خیال ظاہر فرمایا' ارشاد فرمایا اور پھر اس بات پر جزم فرمایا کہ یہی طیبہ ہے یہی طیبہ ہے یہی طیبہ ہے۔

اس عاجز کے نزدیک اس مقید شخص کے سوالات نہایت اہم اور قابل غور ہیں۔

☆ بیت اللحم سے مدینہ النبی تک

بعثت حضرت عیسی علیہ السلام سے لیکر ہجرت نبوی بلکہ تحویل قبلہ تک کا زمانہ

انسانی تاریخ کا سخت ترین بحرانی عہد رہا ہے۔ زمین پر صلاح وہدایت کا وہ نظام جو "قلنا اهبطوا منها جمیعا فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلاخوف علیهم ولا هم یحزنون" (البقرہ ۳۷) سے قائم ہوا تھا اور جو رسالت کے نام سے معروف تھا ایک غیر معمولی موڑ پر آگیا تھا۔

ایک قوم جس پر ساری دنیا کی ہدایت اور رشد کی ذمہ داری تھی باغی ہو کر اللہ کے دشمن سے مل چکی تھی اور باوجود پے درپے انبیاء بھیجنے اور لعنت کرنے کے اپنی روش سے باز آنے کو تیار نہ تھی اور اب آخری مرحلہ شروع ہوچکا تھا۔ ان میں ایک نبی سراپا حجت بنا کر بھیجا گیا اس کے ذریعہ انہیں آخری موقع دیا جارہا تھا کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں ورنہ ان پر لعنت کی جائے گی پھر اس کے بعد وہ قوم ہمیشہ کیلئے اپنے مقام سے معزول کردی جائے گی۔ نبی آیا لیکن وہ قوم اپنی باغیانہ روش میں مزید سخت ہوگئی۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت عیسی کی آمد سے کئی صدی پہلے ہی یہودی قوم بدل چکی تھی اب وہ شوفتم (Shoftim) ہوچکے تھے۔ اور ان میں ایک ادارہ جنم لے چکا تھا جسے سن ہیدرن (Sanhedrin) کہتے ہیں اس سن ہیدرن نے ایک مذہبی 'سیاسی' روحانی اجارہ داری قائم کررکھی تھی۔ اور ہر نبی کو ان کا سامنا تھا۔ یہی ادارہ یہودیوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا تھا اور انبیاء کی تکذیب اور قتل میں پیش پیش تھا۔ جب حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہودی معاشرہ تین طبقوں پر مشتمل تھا متعصب فریسی جنہوں نے دین کو کھیل بنا رکھا تھا۔ صدوقی جو دنیاداری اور آزاد خیالی میں سرپٹ دوڑے جارہے تھے اور عملاً جو سن ہیدرن' میں اکثریت میں تھے اور تیسرے اسین (Essenes) جو ایک الگ تشدد طبقہ تھا جسے متشدد رہبان کہہ سکتے ہیں۔

سن ہیدرن نے اپنا فیصلہ سنایا اور یہ طے کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاتمہ ہی کردیا جائے تاکہ ان کا دین اور ان کی دعوت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔ قرآن نے سارا ریکارڈ پیش کردیا ہے۔

"جب عیسی نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفروانکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا "کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے"؟ حواریوں نے جواب دیا " ہم اللہ کے مددگار ہیں' ہم اللہ پر ایمان لائے' گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔ مالک جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم

http://www.asraralam.net/

نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔"

"پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے۔ جواب میں اللہ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی۔ اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔ (وہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہی تھی) جب اس نے کہا کہ "اے عیسیٰ میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کردوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا تھا۔ (آل عمران ۵۵-۵۲)"

حضرت آدمؑ سے لیکر اس وقت تک قائم وجاری منصب رسالت کی تاریخ ایک عجب موڑ لے چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عدیم النظیر فیصلہ فرمایا تھا۔ نبی کو خود حاملین کتاب کی بغاوت کے سبب زندہ آسمان پر اٹھا لینا پڑا۔ یہ ایک (RESCUE OPERATION) تھا اور ایک دردناک سزا دینے کی تدبیر تھی۔

یہودیوں کے تینوں طبقات باغی ہوچکے تھے۔ ربانی نظام کو درہم برہم کرنے کے تینوں مرتکب تھے۔ ایک طبقہ دین میں تحریف کررہا تھا۔ دوسرا خود کو دین سے ہی آزاد کرچکا تھا اور تیسرا تمام شیطانی قوتوں کا سہارا لیکر ربانی روحانی نظام کو درہم برہم کرنے کے درپے تھا۔ ان تینوں طبقات نے کیسا فساد برپا کردیا ہوگا اس کا اندازہ اس سے ہی کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو محفوظ ومامون بچاکر زندہ اٹھا لیا۔

اب اپنی معلومات کی حد تک یہود اللہ کے نبی کا (نعوذ باللہ) کام تمام کرچکے تھے اور اب انہیں صرف ایک خطرہ باقی رہ گیا تھا۔ اور وہ خطرہ تھا ربانی نظام کی آخری کڑی کی آمد جس کی خبر وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں سے سن چکے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لیکر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو

صریح دھوکا ہے۔" (الصف ٦)

چنانچہ یہودی اس آخری مشن پر جانے کے لئے تیار ہونے لگے۔ فریسیوں، صدوقیوں اور اسینیوں کے جتھے جزیرۃ العرب کی طرف بڑھنے لگے۔ اور ان کی ایک بڑی تعداد یثرب اور اس کے ارد گرد جمع ہوگئی۔ وہ یقیناً ایمان لانے کے لئے جمع نہیں ہوئے تھے ورنہ وہ سب سے پہلے لپک کر داخل اسلام ہوتے۔ وہ تو اس نبی رحمت کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور انہوں نے اپنی کارروائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

یہودی ذرائع کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ میں اور لوگوں کے علاوہ ایسے اسینی (Essenes) بھی تھے جو اپنی باطنی اور شیطانی قوتوں کا سہارا لیکر ربانی روحانی نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لبید بن اعصم اور ابن صیاد کا تعلق اسی طبقے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عبداللہ ابن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رھط من اصحابہ قبل ابن صیاد حتی وجدوہ ..... فلم یشعر حتی ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظھرہ بیدہ ثم قال اتشھد انی رسول اللہ فنظر الیہ فقال اشھد انک رسول الامیین ثم قال ابن صیاد اتشھد انی رسول اللہ، فرصہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال امنت باللہ وبرسولہ ثم قال لا بن صیاد ماذا تری قال یاتینی صادق و کاذب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلط علیک الامر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی خبات لک خبیا و خبالہ یوم تاتی السماء بدخان المبین فقال ھو الدخ فقال اخسا فلن تعد وقدرک..... (متفق علیہ)

اس کی ناکامی کے باوجود اس حدیث سے اس کی شیطانی قوتوں اور باطنی تصرفات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو آپ سے رو در رو گفتگو کررہا ہو۔ جو وحی الٰہی کو چرانے کی کوشش کررہا ہو۔ اور جو زمین پر نبی آخرالزماں کی موجودگی میں ایسا کررہا ہو۔

اسی طرح لبید ابن اعصم اور اس کی بہنوں کے باطنی اور شیطانی قوتوں کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابن صیاد تو اس لئے ناکام ہوگیا کہ اللہ نے قرآن کے نزول سے قبل ہی وحی اور

قرآن کا جو خصوصی نظام قائم کر رکھا ہے اس کا توڑنا اس کے لئے ممکن نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور یہ کہ" ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے" اور یہ کہ "پہلے ہم سن گن لینے کے لئے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پالیتے تھے۔ مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لئے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے" اور یہ کہ "ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہ راست دکھانا چاہتا ہے" (الجن ۱۰-۸)

اور جہاں تک لبید بن اعصم کے حملے سے محفوظ ہونے کی بات ہے تو حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اللہ نے اس کی تدبیر سے فرشتوں کے ذریعہ آنحضور کو آگاہ فرمایا جس سے آپ اس سحر سے نکل آئے۔

جاہلی عربی ادب اور جاہلی تاریخ کا گہرا مطالعہ رکھنے والے افراد اس بات سے بخوبی واقف ہونگے کہ پورے خطہ عرب میں نبی آخرالزماں کی آمد سے قبل------ اور یقیناً ان کی ذات اور دعوت کو ناکام بنانے کے لئے یہودیوں نے شیطانی قوتوں کا سہارا لیکر کیسا روحانی جال بچھا رکھا تھا۔ سارا عرب' وہاں کا ہر قبیلہ' اس کے تمام سردار کاہنوں کے زیر نگیں تھے۔ "یہ کاہن"، "شاعر" اور "عراف" و "عریف" اور ان کے "جن" "شیطان"، "تابع"، "صاحب"، "مولی"، "ولی"، "راعی"، "رعی" اور پھر انکے "زمزمے" اور "سجع" یہودی شیطان روحانی مکر کے اس نظام کا حصہ تھے جس میں سارا خطہ مقید تھا۔ کعب دراصل شاعر بمعنی شعر کہنے والا نہ تھا بلکہ وہ کاہن تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی تھی۔

☆ امت محمدیہ اور یہود

امت محمدیہ کی یہود سے معرکہ آرائی کی اصل حقیقت دو ایسے نصب العین کا ٹکراؤ ہے جو اپنی اپنی جگہ دونوں کا مقصد وجود ہے۔ امت محمدیہ حزب اللہ ہے اور اس کا فرض منصبی اللہ کے مشن کو کامیاب بنانا' انسان کو اللہ کی نظر میں سرخرو کرنا اور انسانی

تاریخ کو بہتر انجام سے ہمکنار کرنا ہے۔ جبکہ یہود حزب الشیطان ہیں اور ان کا مشن شیطان کے مشن کو کامیاب بنانا' انسان کو اللہ کی نظروں سے گرانا اور انسانی تاریخ کو برے انجام سے دوچار کرنا ہے۔

یہ مقابلہ ہے حزب اللہ سے حزب الشیطان کا' رضاء الٰہی سے ہوائے شیطان کا ربانی مشن سے ابلیسی مشن کا۔

عصر حاضر میں اور بطور خاص قیام اسرائیل کے بعد امت مسلمہ کی یہود سے معرکہ آرائی محض زمین کی معرکہ آرائی نہیں ہے۔ بلکہ یہ معرکہ آرائی اس عظیم امر کی ہے جسے حق اور باطل کی معرکہ آرائی کہتے ہیں۔ سب کچھ اسی کا تسلسل ہے۔

۵ روحانی نظام پر یہودی حملے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر آج تک امت کو بلافصل یہودی حملوں کا سامنا رہا ہے۔ لیکن تمام حملوں سے زیادہ خطرناک اور موثر ان کے وہ حملے ہیں جو انہوں نے ربانی نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے کیے۔

امت مسلمہ کا یہ ایک المیہ ہے کہ اس سلسلے میں اس نے شدید کوتاہی کی۔ اور اسے اپنے آقا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ باتیں یاد نہیں رہیں الا ماشاء اللہ۔ اکثر اس میں غافل ہوگئے۔ ہاں ہر عہد میں وہ نفوس قدسیہ بھی ہوئے جو بڑی بے جگری سے اس میدان میں ان حملوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہ ایک الگ امر ہے کہ خود حق سبحانہ تعالیٰ نے اسلام اور امت محمدیہ کی حفاظت کا نظم فرمایا ہے اور اس سلسلے میں ایک مضبوط نظام الگ ترتیب دیا گیا خواہ وہ لاہوت کی سطح پر ہو یا ناسوت کی سطح پر' عرش و ملاء اعلیٰ کے مابین ہو یا آسمان دنیا اور قلوب مومن کے درمیان۔ یہ اسی نظام کا حصہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ربانی اور ملکوتی نظم فرمایا گیا اور سب سے آگے بڑھ کر یہ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مخصوص قسم کی حیات سے نوازا گیا۔ اور اس امت سے اسے مربوط کردیا گیا۔ اسی نظم کا تقاضا ہے جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے :

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net

"هو الذی یصلی علیکم و ملائکته لیخرجکم من الظلمت الی النور و کان بالمومنین رحیما تحیتهم یوم یلقونه سلام و اعدلهم اجرا کریما۔ یایها النبی ان ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجا منیرا۔ و بشر المومنین بان لهم من الله فضلا کبیرا (الاحزاب ۴۳-۴۷)

اور پھر فرمایا گیا :

"ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب ۵۶)

حضرت ابن مسعود نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ فرشتے روئے زمین پر گھومتے پھرتے ہیں جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ اس کو میرے پاس پہنچادیتے ہیں۔ اس کو امام نسائی اور قاضی اسمٰعیل نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ایک روایت حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ بکر ابن عبداللہ المزنی سے منقول ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا : "میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے اور میں تم سے باتیں کرتا ہوں۔ اور جب میری وفات ہوجائے گی تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے اگر میں خیر دیکھوں گا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر برائی دیکھوں گا تو اللہ سے تمہاری مغفرت چاہوں گا۔"

اوس بن اوس کی روایت نسائی' ابن ماجہ اور ابوداؤد میں منقول ہے کہ آنحضور نے ارشاد فرمایا : "تمہارے دنوں میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اس میں میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارے درود میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے درود آپ پر کس طرح پیش ہوں گے آپ تو مٹی بن چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسم کو کھائے۔ اس حدیث کی سند پر بحث کرنے کے بعد امام سبکی نے حضرت ابوامامہ کی ایک روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں :

آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ ہر جمعہ کو میری امت کے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں جس کے درود زیادہ ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب ہوگا۔

حافظ ابوبکر البیہقی نے فرمایا کہ وفات کے بعد دوبارہ آنحضورؐ کے جسم اطہر میں روح لوٹا

دی گئی ہے تاکہ آپ سلام کرنے والوں کو جواب دے سکیں اور اب وہ روح مستقلاً آنحضورؐ کے جسم مبارک میں ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آنحضورؐ کی روح مبارک جناب باری تعالیٰ میں مشغول رہتی ہے اور ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ رہتی ہے جب کوئی سلام کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوکر جواب دیتی ہے۔ **اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد**

یہ تو وہ انتظامات ہیں جو خود حق سبحانہ نے کئے۔ جہاں تک امت کا تعلق ہے تو امت عام طور پر غفلت برت رہی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امت میں موجود تمام تواریخ اٹھاکو دیکھ لیں کہیں اس کی کوئی تاریخ نہیں ملے گی کہ یہودیوں نے اس ربانی نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے کتنے اور کیسے کیسے حملے کئے۔ کن کن محاذوں پر ان کے حملے جاری ہیں اور ان حملوں سے امت کی حیات پر کیا اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس امت پر ہونے والے یہودیوں کے تمام حملوں میں سب سے خطرناک' سب سے موثر اور سب سے تباہ کن وہ حملے تھے جو انہوں نے شیطانی قوتوں کا سہارا لے کر اس کے روحانی نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے کئے۔ ان تمام حملوں پر آئندہ صفحات میں حسب موقع تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اس وقت صرف ان حملوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو غیر معمولی اور انتہائی تباہ کن تھے۔ ہرچند کہ ان حملوں کے باوجود امت اللہ کے فضل و کرم سے زندہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سے بے دم ہوچکی ہے۔ ایک ایک کرکے اس کے سارے ظاہری نظام ٹوٹ چکے ہیں یا ٹوٹتے جارہے ہیں اس لئے کہ دراصل ان سب کی اصل روحانی نظام منہدم ہوچکا ہے۔ اگر وہ حفاظت جو اللہ تعالیٰ' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ کی طرف سے حاصل ہے نہ ہوتی تو امت کب کی ختم ہوچکی ہوتی۔

درج ذیل سارے حملے اس اعتبار سے غیر معمولی ہیں کہ ان کی قیادت ان افراد نے کی جو قوم یہود میں شیطانی اور باطنی قوتوں کے اساطین تھے۔ ان میں ایسی قوتوں کے مالک پیدا ہوئے ہیں اور ہیں جو غیر معمولی تصرفات پر قادر ہیں۔ یہ سارے اساطین یہودیوں کی نظر میں عظیم روحانی پیشوا شمار ہوتے ہیں۔ جنہیں وہ "مسیح" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مذکورہ حملوں کی مختصر روداد اور ان کے اساطین کا ذکر درج ذیل ہے۔ لیکن آسانی اور تقریب فہم کے لئے ہم اس مختصر ذکر کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ پہلے حصے میں ان عظیم حادثات کا تذکرہ ہوگا جنہیں یہودی پیشوا اپنے روحانی تصرف کے کارنامے قرار دیتے ہیں۔ دوسرے حصے میں ان افراد کا ذکر ہوگا جن کی

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

سربراہی میں یہودیوں کے دعوے کے مطابق یہ کارنامے سرانجام دیئے گئے۔

۱ خلافت راشدہ کا خاتمہ
۲ خلافت بنوامیہ کا خاتمہ
۳ خلافت بنوعباسیہ کا خاتمہ
۴ سقوط بیت المقدس
۵ سقوط اندلس
۶ سقوط خاندان مغلیہ
۷ قیام سوویت یونین اور سقوط خانات
۸ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ
۹ قیام اسرائیل
۱۰ سقوط بیت المقدس
۱۱ معرکہ خلیج
۱۲ انہدام بابری مسجد

یہ وہ بڑے بڑے واقعات ہیں جن کے بارے میں یہودیوں کا دعوی ہے کہ ان میں ان کی سازشوں اور سب سے بڑھ کر ان کے روحانی تصرفات کو سب سے بڑا دخل ہے۔ یہ ان کے اساطین روحانی کے بڑے بڑے کارنامے ہیں جو وہ سرانجام دے چکے ہیں۔

۶ یہودی اساطین روحانی اور ان کے کارنامے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کے لئے مژدہ جانفزا ثابت ہوا۔ انہیں محسوس ہوا کہ زمین پر ایک رسول اور وہ بھی نبی آخرالزماں کی موجودگی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک جانب حفاظتی اور دوسری جانب رحمتی اور برکتی نظم وہ انتظامات ہیں جو یہودیوں اور شیطان کے ہر حربے کو ناکام بنا رہے ہیں۔ انہیں یہ امید ہونے لگی کہ اب شاید ان کا کام آسان ہو جائے۔ چنانچہ وہ ہر طرح کی سازشوں اور باطنی تصرفات کو کام میں لانے لگے۔ خلافت کے آخری حصے میں ان کی

سازشیں جڑ پکڑنے لگیں تھیں۔ ہرچند کہ انہیں اصحاب رسول جیسی جلیل القدر ہستیوں اور ان کی باطنی قوت کی موجودگی میں کھل کھیلنے کا موقع نہیں ملا۔ ان تمام کوششوں میں ابن سبا تو صرف ایک نام ہے۔ ویسے ہزاروں یہودی روحانیین پوری خلافت میں پھیلے ہوئے تھے۔

جب حضرت عمر فاروقؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پوری کردی اور یہودیوں کو نہ صرف جزیرۃ العرب سے نکال دیا بلکہ بیت المقدس کو بھی ان سے پاک کردیا تو ان کا غصہ ان کے قابو سے باہر ہوگیا۔ اس کا اندازہ مشہور یہودی روحانی پیشوا ربی ایلی زر (Rabbi Eliezer) کے پیرکے (Pirke) اور مذہبی شاعر کلیر (Kalir) کے نغموں سے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اب ان کا واحد مقصد قرار پایا اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ اور ہر صورت سے بیت المقدس کی بازیابی۔ صلیبی لڑائیاں اسی لئے کروائی گئیں اور بالاخر خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اسی لئے کیا گیا۔ ذیل میں ہم ان روحانی اساطین کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کے ذریعہ ان کے مطابق یہ کارنامے انجام دیئے گئے۔

(۱) **ابو عیسیٰ اصفہانی :** یہودیوں کے مطابق یہ بنی یوسف کا وہ غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک فرد تھا جو آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل یعنی بنوامیہ کی خلافت کے نصف اول میں ان کا "مسیح" بن کر آیا اور جس نے اپنی عملی قوتوں اور باطنی تصرفات سے پورے عراق عرب اور عراق عجم یہاں تک کہ وسطی ایشیاء میں اپنی "مسیحی تحریک" کے جال پھیلا لئے اور پوری خلافت کو اپنی باطنی تصرفات کا سہارا لے کر باہمی خونریزی کی آماجگاہ بنادیا۔ یہودیوں کا دعوی ہے کہ خلافت بنوامیہ میں مسلمانوں کی باہمی خونریزی اسی کی باطنی تصرفات کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ بنوامیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن اس سے قبل کہ ایک غیر صحتمند خلاء مسلمانوں کی صفوں میں پیدا ہوتا خلافت عباسیہ قائم ہوگئی۔ چنانچہ اب اس کا مقصد اصلی خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اس وقت کا اسلامی معاشرہ اہل ورع سے بھرا ہوا تھا اور مسلمانوں میں ربانی روحانی نظام قائم تھا لہٰذا اس کے حملے ناکام ہوتے رہے۔ بالاخر وہ پریشان ہو کر اپنی دس ہزار فوج کے ساتھ براہ راست خلافت عباسیہ سے ٹکرا گیا اور غالباً مارا گیا۔

(۲) **یدغان :** یہودیوں کے مطابق ابو عیسی اصفہانی کا شاگرد اور خلیفہ یدغان وہ دوسرا غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک فرد ہے جو آٹھویں صدی کے نصف آخر میں ابو عیسی اصفہانی کے کام کو آگے بڑھاتا رہا۔ اور پورے عالم اسلام کو اپنی روحانی تصرفات سے متزلزل

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

کرنے کی کوششیں کرتا رہا۔

(۳) میروان II : دانیال قبطی کے مطابق میروان II وہ تیسرا غیر معمولی قوتوں کا مالک شخص گزرا ہے جس نے خلافت اسلامیہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔

(۴) داؤد الری : یہودیوں کے مطابق بنی داؤد کا وہ ایک غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک فرد تھا جو ان کا "مسیح" بن کر آیا اور جس نے بارہویں صدی عیسوی میں خلافت عباسیہ کو اپنے باطنی تصرفات اور سازشوں سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔

(۵) ابراہیم ابوالعافیہ : اندلس کے ایک باوقار یہودی گھرانے کا فرد اور غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک جو یہودیوں کے مطابق ان کا "مسیح" بن کر آیا۔ اس کی پیدائش ۱۲۴۰ میں ہوئی تھی۔ ۱۲۷۸ میں اس نے بیت المقدس کے سفر سے واپس آکر اپنے مسیح ہونے کا اعلان کیا۔ وہ اس قدر غیر معمولی باطنی قوتوں کا مالک تھا کہ اس نے اپنی باطنی قوتوں کا سہارا لے کر عیسائیت کے سب سے بڑے روحانی پیشوا پوپ نکولس III کو تصرف قلب سے یہودی بنانا چاہا۔ پوپ نکولس III کو جب اس کی اس کوشش کا اندازہ ہوا تو اس نے اس پر اپنے فتوے کے ذریعہ لعنت کی اور اسے موت کی سزا کا حکم سنایا۔ اس سے پہلے کہ اس سزا کی تعمیل ہوتی۔ پوپ نکولس III تیسرے دن انتقال کرگیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم ابو العافیہ کی باطنی تصرفات کا یہ نتیجہ تھا۔ چنانچہ پوپ کے انتقال کے بعد عیسائی عدالت نے جب پھر اسے اس فتوے کے مطابق زندہ نذر آتش کرنا چاہا تو اس نے سزا دینے والے پورے عملے کو بشمول ججوں کے مسحور کردیا اور وہ اسے سزا دینے میں ناکام رہے بلکہ اسے چھوڑ دیا۔ وہ پھر وہاں سے صقلیہ چلا گیا۔

بعض ذرائع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس نے اپنی باطنی قوتوں کا استعمال خلافت اسلامیہ کے خلاف کرنا شروع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی موت ۱۲۹۰ عیسوی میں ہوئی۔

(٦) عاشر لیملن : عاشر لیملن نے وینس میں ۱۵۰۲ عیسوی کی ایک صبح اپنے کو حضرت ایلیاہ کا مثیل قرار دیا اور اعلان کیا کہ خداوند اس کے ہاتھوں مسلمانوں کا خاتمہ کروا کر بیت المقدس واپس دلوائے گا۔

وہ ایسی غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک تھا کہ یہودیوں میں اس کا اعلان بجلی کی طرح کوندا۔ ساری دنیا کے یہودی فوج در فوج اس کے گرد جمع ہوگئے ایک خلقت اسے واقعی مسیح سمجھ رہی تھی چنانچہ اس کی آمد کے موقع پر یہودیوں نے زبردست 'Passover' کی رسم ادا کی۔ کہا جاتا

ہے کہ اس نے اپنے باطنی تصرفات کا استعمال خلافت عثمانیہ کو تباہ کرنے کے لئے کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یورپ کی ساری عیسائی دنیا کو مذہبی افراتفری کا شکار بنانے اور وہاں مذہبی اصلاح کے نام پر عیسائیت کو پارہ پارہ کرنے میں اس کے روحانی تصرفات کو بھی دخل تھا۔

(۷) داؤد ریوبنی : تاریخ اسلامی سے متعلق یہ سب سے خفیہ اور پراسرار شخص ہے۔ عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا۔ حقیقتاً ایسا ہی ہوا ہوگا لیکن ایسا لگتا ہے کہ بعد میں جب مسلمان مطمئن ہوگئے اور بظاہر ہر طرف ان کی عملداری قائم ہی نہیں مستحکم ہوگئی تو وہ اس خفیہ سازش سے غافل ہوگئے جو یہودی ہر سطح پر کر رہے تھے چنانچہ انہیں خفیہ سازشوں میں سے ایک تھی جزیرۃ العرب میں حرمین سے ممکنہ حد تک قریب یہودی کاہنوں اور یہودی اغراض و مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہچانے والے جانثاروں کو متعین رکھنے کی کوشش۔ چنانچہ یہودی جانثاروں کا ایک قافلہ خفیہ طریقے سے جزیرۃ العرب میں آباد ہوگیا۔ تحقیق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جزیرۃ العرب کے شمال میں کہیں آباد ہوا ہوگا۔ اس قبیلہ کا واحد مشن تھا عالم اسلام کے قلب حرمین کو درہم برہم کرنا۔

۱۵۲۴ء کی ایک صبح اسی قبیلے کا سردار داؤد ریوبنی جزیرۃ العرب سے ہزاروں میل دور وینس میں ظاہر ہوا اور اس نے اپنے "مسیح" ہونے کا اعلان کیا۔ ٹھگنے قد کا سیاہ فام مگر غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک داؤد نے دعوی کیا کہ وہ بنی روبن کا فرد ہے اور جزیرۃ العرب میں آباد اس خفیہ مرکز کے ہزاروں مسلح یہودی جنگجوؤں کا سردار ہے اور وہ ساری اسرائیلی دنیا (یعنی یہود و نصاریٰ) کی مدد چاہتا ہے تاکہ مسلمانوں کا خاتمہ کرکے فلسطین کو ان سے پاک کردے۔

اس داؤد ریوبنی کی شخصیت میں جادو تھا۔ اس کی ہر چیز مقناطیسی تھی۔ چنانچہ اوروں کی بات تو درکنار عالم عیسائیت کے سب سے بڑے روحانی پیشوا پوپ کلیمنٹ ہفتم کی شخصیت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ داؤد ریوبنی نے اپنے باطنی تصرفات کا سہارا لے کر دیکھتے دیکھتے ساری یہودی اور عیسائی دنیا کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرلیا۔ تاریخ میں بیسویں صدی کو چھوڑ کر ساری عیسائی اور یہودی دنیا کا شاید ہی کسی شخص نے اس طرح جمع اور اتحاد کیا ہو۔

(۸) سلیمان مولکو : یہودیوں کے مطابق سلیمان مولکو پرتگالی یہودی تھا اور اس کا اصلی نام Diogo Pires تھا۔ غیر معمولی تصرفات کا مالک سلیمان نے اپنے "مسیح" ہونے کا

http://www.asraralam.net/

دعوی کیا۔ داؤد ریوبنی کے ساتھ مل کر اس نے عالم اسلام کے خلاف بہت بڑی محاذ آرائی اور فوج کشی کی۔ اللہ تعالیٰ نے بالآخر دونوں کو ناکام فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۳۲ میں اسے زندہ جلادیا گیا۔

(۹) جوزف ڈیلا ریناں : یوسف (Joseph della Reyna) تاریخ یہود میں وہ غیر معمولی قوتوں کا مالک فرد گزرا ہے جس نے اپنے ناقابل یقین باطنی تصرفات کا سہارا لے کر پوری یہودی مخالف دنیا اور نظاموں کو بشمول عالم اسلام تباہ و برباد کردینے کی کوشش کی۔ بالآخر انہیں شدید ریاضات کو کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی جان دے دی۔

(۱۰) اسحاق لوریہ : اسحاق لوریہ کی پیدائش ۱۵۳۴ میں اور وفات ۱۵۷۲ میں ہوئی۔ اسے یہودی تاریخ "اری" (Ari) یعنی "شیر" کے نام سے جانتی ہے۔ غیر معمولی علوم اور روحانی قوتوں کا مالک اسحاق لوریہ نے عالم اسلام کے قلب میں بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑی مقام صفات (Sfat) کو اپنا مرکز بنایا۔ یہ جگہ دراصل ان تمام یہودی روحانی قوتوں کے مالک افراد کا مرکز عمل تھی۔ اسحاق لوریہ نے نہ صرف روحانی قوتوں کا استعمال کیا بلکہ باطنی تصرفات اور اس عمل میں امامت کی اور مجتہدانہ کردار ادا کیا۔ اس نے تین مُدرّج مقرر کئے۔

۱ زِم زُم (tzim tzum) : یہ مدرج اول تھا اس کا مطلب ہے "قبض"۔۔

۲ شِے وِرَت حاقلیم (Shevirat hakeilim) : یہ مدرج ثانی تھا اس کا مطلب ہے کسرالاوانی یعنی "برتنوں کا توڑنا"۔۔

۳ تِکُن (tikkun) : یہ مدرج ثالث تھا۔ یعنی "بحالی"۔۔

اپنے انہیں اعمال و اشغال کے ذریعہ اس نے پورے عالم اسلام اور یہاں پائے جانے والے نظام کو درہم برہم کرکے اپنے مقاصد کی تکمیل کرنا چاہی۔

(۱۱) موسیٰ کاردے ویرا : موسیٰ کاردے ویرا (Moses Cordevero) بھی اسحاق لوریہ کی ہی طرح صفاۃ کا ایک رکن تھا۔ اور غیر معمولی روحانی تصرفات اور علوم کا مالک تھا۔

(۱۲) سباتائی زیوی : سباتائی زیوی (Sabbatai Zevi) کا نام یہودیوں کی روحانی تصرفات کی تاریخ کے آسمان میں اس درخشندہ سورج کے مانند ہے جس کی تابانی کے سامنے روشن سے روشن ستارا بھی ماند پڑجاتا ہے۔ یہودیوں کا قول ہے کہ وہ صدیوں سے کسی ایسے شخص کی آمد کے لئے اپنی نگاہیں فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ (ہم اس شخص کے بارے میں تفصیل سے آئندہ بحث کریں گے ان شاء اللہ)

سباتائی زیوی ۱۶۲۶ میں خلافت عثمانیہ کے قلب سمرنا میں پیدا ہوا۔ وہ عربی اور عبرانی کا بے مثال عالم تھا۔ یہودیوں کے مابین اس کا زہد اور اس کی عبادت شہرت پاچکی تھی۔ پھر وہ مصر چلا گیا۔ وہاں اس نے ایک دن ایک ایسا کام کیا کہ آناً فاناً عالم یہود میں تہلکہ مچ گیا۔ اس نے ایک بنجارن یہودی فاحشہ یعنی طوائف سے شادی کرلی۔ یہودی مذہبی کتابوں اور ان کے عالموں کی تصریحات کے مطابق ان کا "مسیح" غیر معمولی علوم کا ماہر، زہد و ورع کا نمونہ ہوگا اور ایک بنجارن یہودی طوائف سے شادی کرے گا۔

آن کی آن میں مشرق میں کوریا سے مغرب میں برطانیہ تک یہودیوں کی خفیہ دنیا میں انقلاب برپا ہوگیا۔ وہ شخص آگیا تھا جس کا انہیں صدیوں سے انتظار تھا۔

(۱۳) سعید ارمنی : سعید ارمنی المتخلص بہ سرمد واضح ہو کہ اسی طرح باطنی تصرفات کا مالک ایک فرد تھا۔ اتفاق ہے کہ اس کا زمانہ بھی وہی تھا جو عالم یہود میں شدید باطنی تہلکہ کا زمانہ تھا۔ سرمد کو حضرت عالمگیر نے ۱۶۵۹ میں موت کی سزا دی۔

(۱۴) یعقوب فرینک : یعقوب فرینک (Jacob Frank) کی پیدائش ۱۷۲۶ء میں یوکرین میں ہوئی۔ وہ بھی غیر معمولی روحانی قوتوں کا مالک تھا۔ خوبصورت، کالی آنکھوں میں چھید دینے والی نگاہیں، متحرک و خوبصورت ہونٹوں کے اوپر گھنی مونچھیں، اور عقابی ناک اس کی شخصیت کو غیر معمولی بنارہی تھیں۔ (واضح ہو جزیرۃ العرب میں خفیہ طور پر بسنے والا قبیلہ جو خود کو بنی داؤد میں سے ہونے کا دعوی کرتا ہے یعنی اس خاندان کے افراد جن کے ہاتھوں یہودیوں کے مطابق ان کو صیہون واپس ملے گا اور داؤد ریوبنی جس نے ۱۵۲۴ میں مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا کی اہم ترین علامت ان کی عقاب کی طرح مڑی (hooked) ناک تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس قبیلہ کے لوگوں کی ناک اکثر عقاب کی چونچ سے مشابہ ہوتی ہے۔)

یوکرین سے ترک وطن کے بعد وہ ترکی آگیا اور دونمہ کا رکن ہوگیا (واضح ہو کہ دونمہ یہودی روحانی قوتوں کے اکابرین کی وہ جماعت ہے جو باطنی تصرفات کے ذریعہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ مزید واضح ہو کہ انیسویں صدی کے اواخر میں جو وفد فلسطین کی خریداری کے لے خلیفہ سے بات کرنے گیا تھا۔ جس کا ذکر "عالم اسلام کی سیاسی صورت حال" میں آچکا ہے۔) وہ انہیں روحانیین کی قیادت میں تھا اور جس کا سربراہ غیر معمولی قوتوں کا مالک قرہ صوہ آفندی تھا۔ مزید واضح ہو کہ یہی وہ یہودی روحانی فرد ہے جو مصطفیٰ کمال پاشا کا مربی تھا اور جس

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

کی طرف سے خلافت کے خاتمہ کا پروانہ لے کر وہ خلیفہ کے پاس گیا تھا۔ اس طرح یہودیوں کی روحانی کوششوں نے بالآخر خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے ہی دم لیا۔) دونمہ گروہ سباتائی سلسلے سے تعلق رکھتا تھا۔

یعقوب فرینک ۱۷۹۱ء میں مرگیا۔ اس کی بیٹی ایو (Eve) اسی طرح باطنی تصرفات کی مالک تھی جسے یہودی "مقدس خاتون" (The Holy Lady) کی حیثیت سے عزت کرتے تھے۔

(۱۵) اسرائیل بن ایلی زر : اسرائیل بن ایلی زر (Israel ben Elizer)
سباتائی زیوی کے بعد ظاہر ہونے والا سب سے غیر معمولی قوتوں کا مالک فرد ہے۔ یہودیت کی تاریخ میں اس کا نام ․عل شیم تو (Baal Shem Tov) کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس کی پیدائش ۱۷۰۰ء میں یوکرین میں ہوئی۔ اور وہ ۱۷۶۰ء میں مرگیا۔

․عل شیم تو غیر معمولی باطنی قوتوں کا مالک تھا۔ محض چھو کر سخت بیماروں کو اچھا کر دینا' پانی پر چلنا' نگاہیں ڈال کر درختوں اور جنگلوں کو آگ لگا کر اور جھلسا کر ختم کر دینا۔ اسماء الحسنیٰ (یہودیوں کے مطابق) کا ورد کر کے غیر معمولی اور مافوق الفطرت کام کر ڈالنا اس کا معمول تھا۔ ایک جگہ کے یہودیوں نے ایک طوائف کے خلاف طوفان برپا کیا۔ اس نے طوائف کو چھو کر اسے مقدس بنا دیا۔ یہودیوں کا کہنا ہے کہ وہ طوائف ساخت میں کنواریوں کی طرح ہو گئی۔ ․عل نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا سے براہِ راست مربوط ہے اور اس کی سفارش عذاب میں پڑے یہودیوں کی خلاصی دلاتی ہے۔ وہ جہاں بھی گیا یہودی اس کے پیچھے دیوانہ وار پھرتے رہے۔ اس نے یہودیوں میں اپنی فکر حسیدیت (Hasidism) کے ذریعہ ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس کی ساری کوشش باطنی تصرفات کا سہارا لے کر یہودیوں کو پریشانیوں سے نکالنا اور خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے یہودیوں کی صیہون واپسی کو یقینی بنانا تھا۔

(۱۶) ربی یہودا الکلائی : ربی یہودا الکلائی (Rabbi Judah Alkalai)
(۱۸۷۸--۱۷۹۸ء) بلقان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ایک غیر معمولی فرد تھا اور اسی طرح غیر معمولی باطنی تصرفات کرنے کا مالک بھی۔ اس نے اپنے علوم اور قوتوں کا سہارا لے کر ایک طرف تو یہودیوں کو بیت المقدس واپس چلنے کے لئے آمادہ کیا تو دوسری طرف خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ گوشہ گمنامی میں رہا اور گوشہ گمنامی میں رہنا اسے مرغوب تھا۔ اپنی خلوتوں سے اس نے باطنی تصرفات کئے۔ ۱۸۴۵ء کے قریب وہ خود بلغاریہ سے چل کر بیت المقدس میں داخل

ہو گیا اور مرنے تک وہیں رہا۔ لاکھوں کی تعداد میں یہودی انیسویں صدی میں ساری دنیا سے فلسطین میں جو جمع ہونے لگے اس میں الکلائی کی تصرفات کو خصوصی دخل ہے۔

(۱۷) زیوی حرش کلیشر : زیوی حرش کلیشر (Zevi Hirsch Kalischer)
کی پیدائش ۱۷۹۵ء میں اور اس کی موت ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ پولینڈ نژاد کلیشر جرمنی میں ظاہر ہوا۔ مغرب کی تمام یہودی اور غیر یہودی قوتوں کو مجتمع کرنے اور مشہور یہودی سرمایہ دار میئرا یمشل روتھ شیلڈ (Meyer Amschel Rothschild) کو صیہون کی واپسی کے لئے ساری دنیا کی ممکنہ قوتوں کو مجتمع کرنے میں اسی کے باطنی تصرفات کو سب سے زیادہ دخل ہے۔ خلافت عثمانیہ کے خلاف محاذ آرائی میں تمام باطنی قوتوں کو جمع کرنا اس کا کارنامہ ہے۔

(۱۸) انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں جن دیگر غیر معمولی یہودی افراد نے اپنی باطنی قوتوں کا مظاہرہ کیا اور ساری دنیا کی دیگر قوتوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کی ان میں مندرجہ ذیل اہم ہیں :

۱ حائم لورجے (Chaim Lor Je)

۲ ربی ایلی جاہ گت ماشر (Rabbi EliJah Guttmacher)

۳ موسیٰ حیس (Moses Hess)

(۱۹) ربی ابراہیم اسحاق کک : ربی ابراہیم اسحاق کک (Rabbi Abraham Isaac Kook)
قیام اسرائیل ۱۹۴۸ء کے بعد پوری قوم اسرائیل کے سب سے بڑے ربی کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ یہودی ذرائع کے مطابق قیام اسرائیل میں اس شخص کے باطنی تصرفات کو غیر معمولی دخل ہے۔ اس نے دنیا کی ان تمام قوتوں کو مغلوب کر دیا جو اس کی نظر میں اسرائیل کے قیام میں مزاحم تھیں۔

END PART I

To Be Continued

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۷ روحانی انہدام کی تاریخ

اس سے قبل کہ یہودیوں کی روحانی تحریکی کوششوں اور شیطانی اشغال و اعمال پر غائرانہ نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ یہ سارے اشغال و اعمال کس طرح روبہ عمل لاتے ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند تعارفی امور پہلے سامنے آجائیں۔ ہم آئندہ کم از کم دو ابواب میں انہیں تعارفی امور سے بحث کریں گے۔ یہ ابواب یہودیوں کی تین طرح کی تحریکی کوششوں کے تذکرے پر مشتمل ہوں گے :

۱ روحانی تحریکات
۲ اقدامی تحریکات
۳ تداخلی و نفوذی تحریکات

یوں تو ان تحریکات کا تذکرہ خود ہزاروں صفحات کا متقاضی ہے اس لئے ہم یہاں دو قسم کے اختصار کا سہارا لینے پر مجبور ہیں۔ پہلا اختصار یہ ہے کہ کسی عنوان کے تحت آنے والی تمام تحریکات کا احاطہ کرنے کے بجائے صرف چند اہم تحریکات کا ذکر کیا جائے۔ دوسرا اختصار یہ کہ بجائے بھرپور تعارف دینے کے ہم اپنی بحث سے متعلق صرف ضروری حد تک معلومات فراہم کرنے پر اکتفا کریں۔

۸ روحانی تحریکات

جیسا کہ ماقبل عرض کیا گیا کہ یہودیوں نے جہاں انبیاء کرام کی تعلیمات سے استفادہ کیا ہے وہیں شیاطین انس و جن سے بھی استفادہ کی کوئی صورت نہیں چھوڑی۔ لہٰذا یہودیوں سے متعلق کسی بحث میں لفظ روحانی کا مطلب غیر طبعی وہ تمام طریقے اور امور ہیں خواہ ان کا تعلق انبیاء کے ذریعہ ملی ہدایات سے ہو یا شیاطین کی بد اعمالیوں سے یا دیگر غیر محمود علوم سے۔

○ اِس سِین (Essen)

حضرت عیسی علیہ السلام کے بعثت سے قبل ہی بنی اسرائیل کا معاشرہ کئی حصوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ فلسطین میں جیسا کہ عرض کیا گیا معاشرہ تین طبقوں میں منقسم تھا۔ صدوقی، فریسی اور اس سین۔ بیسویں صدی سے قبل اس سین کے سلسلے میں ساری معلومات کا مدار دو معاصر تاریخ داں پلائنی اور فیلو جوڈیہ (Pliny the Elder and Philo Judaeus) اور یہودی مفسر جوزیفس کی تحریروں پر تھا۔ لیکن بحر مردار کے الواح اور پھر ناغ حمادی تحریروں کی دریافت کے بعد نئی معلومات سامنے آئی ہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام سے بہت قبل ہی ایسنی نام کا طبقہ پیدا ہو چکا تھا۔ یہ ایک باطنی روحانی طبقہ تھا۔ جس میں مصری اور یونانی مشرکانہ عقاید، اعمال و اشغال راہ پا چکے تھے۔ یہ طبقہ نجوم، جفر، رمل اور دیگر سفلی طریقوں کا حامل تھا۔ وادی قمران میں ان کی بڑی آبادی تھی۔ ہر چند کہ آج یہودی اور عیسائی علماء ان امور پر اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ لیکن تاریخی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متشدد یہودی تھے جو انبیاء کی دعوت کو ناکام بنانے کی ہر طرح کوشش کرتے تھے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ گروہ تھا جو سب سے زیادہ متشدانہ طور پر بنی داؤد میں کسی مسیح کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ طبقہ حضرت عیسیٰ کی تکذیب کرنے میں صدوقیوں اور فریسیوں سے کسی صورت پیچھے نہیں تھا۔

مشہور محقق ڈاکٹر رابرٹ آئزن مین (Dr. Robert Eisenman) کے مطابق اس طبقہ کے جو وادی قمران کے تعلق سے مشہور تھا متعدد نام ہیں۔ مثلاً

آ بنی نور یا روشنی کے بیٹے The Sons of Light

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

٢ بنی حق یا حق کے بیٹے The Sons of Truth

٣ بنی زادوق (غالباً بنی صدق) یا زادوقیم یعنی غالباً صدیقین

The Sons of Zadok or Zaddikim (Zadokits)

٤ اصحاب میلچزدق The Men of Melchizedek

٥ ایبونم (فقراء) The Ebionim

٦ حسیدم The Hassidim

٧ نوزرم The Nozrim

آئزن مین کے مطابق یہ طبقہ محض سیلی روحانیین کا نہ تھا بلکہ بہت متشدد اور اقدامی افراد پر مشتمل تھا۔

ہمارے نزدیک اس طبقے کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ روحانی امور میں یہ طبقہ اپنے معاصر طبقات یعنی صدوقیوں اور فریسیوں سے بہت آگے تھا اور تمام شیطانی اعمال اسی کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح حضرت عیسیٰ کے عہد سے لے کر خلافت عباسیہ تک بنیادی طور پر تمام روحانی معرکوں میں اسی طبقے کا ہاتھ تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے بعد ایک دوسرے طبقے نے اس کی جگہ لے لی۔ عہد جاہلی' عہد نبوی' اور مابعد عہد میں جن کاہنوں ساحروں' عرافوں اور شاعروں کے تذکرے ملتے ہیں وہ اسی طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح اسلامی معاشرے میں کم از کم خلافت عباسیہ کے خاتمے تک جتنے باطنی اور الحادی طبقے ظاہر ہوئے ان میں اکثر اسی طبقے کے خوشہ چین تھے۔

قبالہ یا قبلانیہ

یہود کے یہاں اس سین کے بعد ظاہر ہونے والے روحانی طریقوں میں یہ دوسرا اور اپنی تاریخ' تاثیر اور کارناموں کے اعتبار سے سب سے حیرتناک طریقہ ہے۔ چونکہ اسلام اور یہود کی موجودہ تاریخ گزشتہ آٹھ صدیوں سے اسی کے کارناموں سے سیاہ ہے اس لئے ہم آئندہ صفحات میں دوسرے طریقوں کے مقابلے میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر کریں گے۔

یہ تذکرہ تین مرحلوں میں جستہ جستہ ہوگا۔ پہلے مرحلے میں قبلہ کی وہ تاریخ بیان کی جائے گی جو روایتی یا روایاتی تاریخ کہی جاتی ہے۔ دوسرے مرحلے میں اسکی وہ تاریخ بیان کی جائے گی جو

اس کی واقعاتی یا واقعی تاریخ ہے۔ اور تیسرے مرحلے میں قبلہ کی اس تاریخ سے تعارض ہوگا جسے ہم اس کی تجویاتی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔ درمیان میں چند دیگر امور کا بھی تذکرہ ہوگا تاکہ بالآخر ہم تمام حالات کو سامنے رکھ کر حقیقت حال کا جائزہ لے سکیں۔

روایتی تاریخ

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سلسلہ پہلی صدی عیسوی میں قائم ہوا۔ قبلہ کا مفہوم ہے "قبول کرنا" یا "حاصل کرنا"۔ بیت المقدس جس وقت اپنے نازک ترین دور سے گزر رہا تھا اس وقت دو کتابوں کی تصنیف ہوئی۔ پہلی کتاب سَفَرْ یِظیرَہْ (Sefer Yetzirah) تھی جس کا مصنف مشہور ربی عقبہ (Rabbi Akiba) تھا۔ یہ وہی ربی عقبہ ہے جو مشہور "مسیح" شمعون بن قسیبہ (Simon ben Cozeba) یا بار کوچبہ (Bar Kochba) کا رفیق و رہنما تھا۔ تاریخ یہود میں ربی عقبہ ایک غیر معمولی ہستی کا نام ہے۔ اس کی مذکورہ کتاب "سفر یظیرہ" یا کتاب الاجزاء قبلہ کی پہلی تصنیف ہے۔

اس سلسلے میں دوسری تصنیف ظہر (Zoher) ہے جسے ربی عقبہ کے شاگرد اور رفیق ربی شمعون بن زخائی (Simon ben Jochai) نے لکھا۔ رومیوں نے جب بڑی بے دردی سے ربی عقبہ کو ہلاک کیا تو اس کا یہ شاگرد چھپ کر یروشلم سے باہر نکل آیا اور ایک غار میں پناہ گزیں ہوا جہاں اس نے اس کتاب کی تصنیف کی۔ ظہر کا مطلب ہے "کتاب ظہور"۔

اس سلسلے میں مزید ذکر واقعاتی تاریخ کے ذیل میں آئے گا۔ ہم یہاں اس کی روایاتی تاریخ سے تعارض کرتے ہیں۔

قبلہ کی روایت یہ ہے کہ خدا نے حکمت کے چند مخصوص رموز و اسرار ملائکہ پر ظاہر فرمائے۔ یہی رموز و اسرار آج قبلہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

تخلیق آدم اور ہبوط آدم کے بعد فرشتوں نے ارادہ کیا کہ یہ رموز و اسرار بنی آدم کو سکھائے جائیں تاکہ وہ دوبارہ جنت میں واپس آسکیں۔ سوئے اتفاق ابتدا چند ہی ابناء آدم نے اسے سیکھا اور اس سے استفادہ کیا۔ اکثر نے اسے بھلادیا۔ کئی نسلوں کے بعد اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک میثاق لیا۔ اور اس کے نتیجے میں حکمت کی وہی باتیں حضرت ابراہیم کو بتائیں۔

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

ان رموز و اسرار کا مرکزی نقطہ "اسم مقدس" ا ح و ح (יהוה) (یہوا) ہے جس میں عبرانی کے چار حروف "و" (ו)' ("ה")(ح) "י"(ی) اور ("ח")(ح) ہیں۔ انہیں چار حرفوں میں کائنات کے سارے راز اور اس کی ساری حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہی کائنات کے تمام رموز کو جاننے کی کلید ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان رموز و اسرار کو حضرت اسحاق کو اور انہوں نے حضرت یعقوب علیہما السلام کو سکھلا دیئے۔ روایات کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال اس سے پہلے ہو گیا کہ وہ کسی کو یہ رموز و اسرار سکھلاتے۔

تاہم حضرت ابراہیم نے اس کے چند اہم حصے تحریر فرمائے تھے جن کا نام انہوں نے صفر یٹظیرہ (Sefer Yetzirah) یا کتاب الاجراء رکھا تھا۔ انہوں نے اس کتاب کو ایک غار میں محفوظ کر دیا۔

کچھ مدت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ وہ رموز پھر لوگوں کو بتائے جائیں۔ شرط یہ تھی کہ کوئی فرد بشر روحانی عروج کے ایک مخصوص مقام تک پہنچ جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے اس مقام کو پایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو چیزیں عنایت فرمائیں۔ ظاہری احکام جو (احکام عشرہ) کے نام سے جانے جاتے ہیں اور باطنی حکمتیں جو قبلہ کے نام سے موسوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان رموز کا یہ نیا نام قبلہ بھی عنایت فرمایا۔ خود موسیٰ علیہ السلام کا اصلی نام بھی موسیٰ نہیں تھا یہ نام بھی اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔ ان کا نام عبرانی کے تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی میم، شین، حے۔ جو پانی، آگ اور نفس (نفخ) کی نمائندگی کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان رموز کی تشریح فرمائی۔ لیکن اسے استعاروں، تشبیہوں اور اشاروں سے ظاہر کیا۔ ان کی یہی تشریحات تورات کی ابتدائی چار کتب ہیں یعنی

۱ کتاب تخلیق

۲ کتاب خروج

۳ کتاب الشرع

۴ کتاب الاعداد

حضرت موسیٰ کے بعد چند علماء یہود نے ایک خفیہ مدرسہ قائم کیا جہاں ان امور کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے انفرادی و اجتماعی سطح پر انطباقات کا عمل سکھلایا جاتا تھا۔ انہیں علماء نے بعد میں وہ تحریریں بھی دریافت کر لیں جو حضرت ابراہیم غار میں محفوظ کر گئے تھے۔ قبلہ کی ساری

معلومات انہیں علماء اور عارفین کے ذریعہ ہی لوگوں کو ہوئی ہیں۔ تاریخ میں ان کا تسلسل پایا جاتا ہے اور یہ تاریخ میں مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں مثلاً

۱ پوشیدہ مشائخ (Hidden Masters)

۲ سرداران اسرار (Secret Chiefs)

۳ غیر مرئی مدرسہ (Invisible College)

وغیرہ وغیرہ

واضح ہو کہ اوپر مذکور روایاتی تاریخ قبلہ کی واحد روایاتی تاریخ نہیں۔ اس کے علاوہ بھی متعدد روایتی تاریخیں پائی جاتی ہیں۔

○ حَسِیدِزْمْ

حسیدزم یہودیوں کی تاریخ میں ایک عجیب و غریب روحانی تحریک بن کر ابھری۔ اگرچہ اس کی مدت بہت تھوڑی رہی اور اب بھی کسی نہ کسی صورت میں اس سے مستفید طریقے اور سلسلے اپنا کام کر رہے ہیں لیکن جتنی کم مدت میں جتنے وسیع علاقے میں یہ تحریک پھیل گئی ایسا کم دیکھا گیا۔

یہ تحریک اٹھارہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے جنوب مشرق میں پوڈولیا (Podolia) میں ظاہر ہوئی اور دیکھتے دیکھتے ولاڈی واسٹک سے لے کر برطانیہ تک کسی نہ کسی شکل میں پھیل گئی۔

حسیدزم کا مفہوم ہے مخلصانہ پاکیزگی، تعلق باللہ، وصول مع اللہ، اللہ کے لئے بندوں کی طرف سے اس کی خدمت۔ یوں تو تاریخ میں حسیدی تحریکات کے نام سے متعدد تحریکات مشہور ہیں لیکن یہ بیسھینی حسیدزم کہلاتی ہے۔ اس کا بانی ربی اسرائیل بن ایلی زر جو تاریخ میں بعل شیم توو (Baal Shem Tov) کے نام سے مشہور ہے، تھا۔ بیشت (Besht) اسی کا مخفف ہے۔

بعل نے گوشہ تنہائی کو ۱۷۳۰ کے عشرے میں چھوڑا اور ۱۷۴۰ تک اس کے ارد گرد معتقدین کا جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ اس کی زندگی پردہ خفاء میں ہے۔ معدودے چند مستند تاریخی شواہد کے جو اس کے سلسلے میں دستیاب ہیں ان میں ایک خط ہے جو اس نے اپنے برادر نسبتی کو ۱۷۵۰ میں لکھا تھا جو فلسطین میں رہتا تھا۔ اس میں اس نے اپنے واردات، مکاشفات اور الہامات کا تذکرہ کیا

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

اور بتایا کہ کس طرح اس نے حضرت مسیح سے ملاء اعلیٰ میں ملاقات کی اور کس طرح حضرت مسیح نے اسے اپنی آمد کی مدت اور صورتحال سے آگاہ کیا۔

مل ۱۷۶۰ء میں مرگیا۔ لیکن اس وقت تک اس کی تحریک ایک تناور درخت بن چکی تھی جس کے سائے کوریا سے لے کر برطانیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ کسی نہ کسی شکل میں یہ تحریک انیسویں صدی کے نصف تک پھیلتی رہی۔ اس کا خاص علاقہ روس اور مشرقی یوروپ کے علاقے تھے۔ اس کے گھومنے والے اور گشت لگانے والے مبلغین اس کے اصل سرچشمہ قوت تھے جو ہر جگہ جاتے اور ہر سے ربط قائم کرتے۔ کچھ دنوں کے لئے تو ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے علماء یہود کو بالکل مفلوج کردیا ہے۔ اس تحریک کے بیشتر لوگ عوام الناس سے تعلق رکھتے تھے۔

۹ اقدامی تحریکات

اقدامی تحریکات سے مراد وہ روحانی تحریکی کوششیں ہیں جو یہودیوں نے کیں لیکن جن کوششوں کا مقصد غیریہودی اقوام کی قوتوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا تھا۔ یہاں یہ بات واضح ہو کہ مذکورہ روحانی تحریکات' اقدامی تحریکات اور آئندہ ذکر کی جانے والی تداخلی تحریکات میں جو فرق ہے وہ صرف توجیہ (Orientation) کا ہے۔ یعنی روحانی تحریکات صرف یہودیوں میں ان کے لئے کام کرتی ہیں۔ اقدامی تحریکات غیریہودیوں میں یہودیوں کے ذریعہ یہودی مقاصد کو اقدامی طور پر پورے کرنے کے لئے کام کرتی ہیں اور تداخلی تحریکات غیریہودیوں کے ذریعہ غیریہودیوں میں غیریہودی قوتوں کو مفلوج بنانے یا برباد کرنے کے لئے کام کرتی ہیں۔ چنانچہ اقدامی تحریکات سے مراد وہ تحریکات ہیں جو یہودیوں کے ذریعہ غیریہودیوں کے مابین چلائی جاتی رہی ہیں اور جن کا مقصد غیریہودی قوتوں کو اقدامی طور پر یہودی مقاصد کے حصول میں استعمال کرنا ہو۔

توضیحات

(ا) اقدامی تحریکات کی کئی سطحیں ہیں۔ یہاں ہمیں صرف تین سطحوں سے بحث ہے اور وہ بھی ہم صرف ان کے نام شمار کرنے پر اکتفا کریں گے۔

(الف) اندرون یہود کی سطح : اس سے مراد وہ اقدامی کوششیں ہیں جن کا زیادہ تر انحصار یہودی افراد یا معاشرے پر ہوتا ہے۔ عموماً ان تحریکات میں دور دراز میں پھیلے اور بکھرے یہودی افراد اور گروہ آتے ہیں۔ تاریخ میں یہ ایک بے مثال سلسلہ رہا ہے۔ شاید ہی دنیا کی کسی قوم میں اتنی مدت تک اتنی منظم تحریکات پائی جاتی ہوں اور اس قدر موثر طریقے سے اپنے مقاصد پورے کئے گئے ہوں جیسی یہودیوں میں اس نوعیت کی تحریکات نے کیں۔

(ب) عیسائیوں کے مابین : اس سے مراد وہ تحریکیں ہیں جن کا دائرہ کار زیادہ تر عیسائی دنیا رہی ہے۔

(ج) مسلمانوں کے مابین : اس سے مراد وہ اقدامی تحریکیں ہیں جن کا دائرہ کار

http://www.asraralam.net/

عالم اسلام ہے۔ خلط مبحث سے بچنے کے لئے یہ عرض کردوں کہ یہ وہ تحریکیں نہیں جن کا تذکرہ تداخلی تحریکات کے ذیل میں آئے گا۔

(۲) چونکہ عام طور پر اس طرح کی تحریکوں کا تذکرہ کسی قدر "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار" میں ہوچکا ہے اس لئے یہاں ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

(۳) اقدامی تحریکات کی یہ وہ قسم ہے جو دراصل تاریخ میں "زیر زمین ندی" کہلاتی ہے۔دنیا کے طول و عرض میں اس قسم کی تحریکوں کا جال پھیلا ہوا ہے اور تاریخ میں اس کی کڑیاں ہر طرف نظر آتی ہیں۔ الجھاؤ سے بچنے اور بات کو سمیٹنے کے لئے چند تحریکات کا صرف نام لکھا جاتا ہے جو اس سلسلے کو جوڑنے میں کام آسکتی ہیں۔

۱ البی جنسین (Albigensians)

۲ کتھار (Cathars)

۳ نائٹ ٹیمپلرس (Knight Templars)

(۴) خفیہ ادارے : دراصل اس عنوان کے تحت گزشتہ ہزار سالوں میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں خفیہ ادارے جن میں ہمیشہ بعض معدوم ہوتے اور بعض نئے پیدا ہوتے ہیں کام کرتے آرہے ہیں۔

(۵) میرو نجین (Merovingians)

(٦) خاندان پیالہ اور خاندان خون۔ یہ خفیہ سلسلوں کا خفیہ ترین سلسلہ ہے جو ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

یہاں آکر ایک توضیح ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ ہے فری میسن سے متعلق۔ جیسا کہ میں نے "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار" میں واضح کیا ہے کہ لفظ فری میسن ایک کام چلاؤ نام ہے۔ اس کے الجھاؤ سے اور اس نام کے استعمال کی نزاکتوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ فری میسن دراصل تحریک کی ایک قسم ہے۔ خود یہ قسم سینکڑوں اقسام رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ تمام تحریکیں جو ان اصولیات پر پوری اترتی ہیں انہیں فری میسن کہا جاتا ہے۔ لیکن ماہرین جانتے ہیں کہ اس سطح پر ایک اور پیچیدگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض تحریکیں جو بظاہر فری میسن نظر آتی ہیں لیکن فی الواقع

وہ فری میسن نہیں۔ بہرحال صرف اس نزاکت کا معلوم ہونا بھی اکثر معاملات کے سمجھنے میں مفید ہوتا ہے۔ چنانچہ فری میسن تحریکیں یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں کی سطح پر الگ الگ بھی کام کررہی ہیں۔

اس سلسلے کی دوسری توضیح یہ ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ فری میسن تحریکیں اٹھارہویں صدی میں یوروپ میں پیدا ہوئیں۔ دراصل جب سے یہودیوں کو بیت المقدس سے نکالا گیا اور جب سے وہ انبیاء کے مخالف ہوئے تب سے یہ تحریکات چل رہی ہیں۔ بنیادی طور پر دو مقاصد کے ساتھ۔

(ا) قتل انبیاء اور انہدام دین اللہ کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے۔

(۲) بیت المقدس اور صیہون کی واپسی کے لئے۔

چنانچہ پہلے اس کا رخ حضرت عیسیٰ اور ان کی دعوت کو ختم کرنے کی طرف تھا۔ پھر عیسائیت کو خراب کرنے کی طرف ہوگیا۔

دوسرے عہد میں آنحضورؐ اور ان کی دعوت کو ختم کرنے کی طرف ہوا۔ پھر مسلم سواد اعظم کو برباد کرنے کی جانب۔

جب مغرب میں نئے عہد کا آغاز ہوا تو وہاں یہ پہلی بار تاریخ میں فری میسن کے نام سے جانے گئے۔ چنانچہ مغرب کی جدید شاخوں کے ظہور سے قبل ان کی مشرقی شاخیں عالم اسلام میں کام کرتی نظر آئیں گی۔ نام اور اصطلاحات جداگانہ ہوسکتے ہیں۔

اس سلسلے کی تیسری اور آخری بات اس نکتہ کی توضیح ہے جو ابھی گذر چکا ہے یعنی "خاندان پیالہ اور خاندان خون" کی تشریح و توضیح۔

روحانی سطح پر یہودیوں کا یہ ایک مجتہدانہ عمل ہے جس کے ذریعہ انہوں نے پوری عیسائی دنیا کو جکڑ لیا۔

اس کی کنہ تو وہی بات ہے جس کا ذکر حضرت صفوان بن عسال کی روایت میں گزر چکا ہے۔ یعنی یہ بات کہ یہود اس کا یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بالاخر بنی داؤد میں مسیح بھیجے گا جو یہودیوں کے لئے اللہ کی رحمت و برکت ان کی صیہون کو واپسی اور ان پر عتاب کے خاتمے کا پیغام لے کر آئے گا اور جس کے ہاتھوں انہیں خدا کی بادشاہت نصیب ہوگی۔ اس مجتہدانہ عمل کی حیثیت تہہ دار ہے جو مندرجہ ذیل ہے :

http://www.asraralam.net/

(۱) اس بشارت کے سبب وہ ایک طرف تو بنی داؤد کی نسل کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کو خوف ہے کہ ان کے دشمن انھیں مار ڈالیں گے۔ لہٰذا کئی ہزار سالوں سے وہ بنی داؤد کے لوگوں کی بالکل خفیہ طور پر حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں۔

(۲) چونکہ یہ بشارت ان کے نزدیک پوری ہونی ہے اور انھیں اس کا خوف بھی ہے کہ کہیں اللہ' اس کے فرشتے بطور خاص حضرت جبرئیل اور میکائیل بجائے بنی داؤد کے کسی دوسری قوم اور فرد کو نبوت اور مسیحائی نہ دیدیں لہٰذا وہ اس کے لئے کوشاں رہے ہیں کہ ہر ایسے نبی کا خاتمہ کروایا جائے۔ جس سے انھیں اس طرح کا خطرہ ہو۔چنانچہ اسی سلسلے کی وہ کوششیں ہیں جو انھوں نے حضرت عیسیٰ اور آنحضورؐ کے ساتھ کرنا چاہا۔

(۳) انھوں نے ایسی تدبیریں کیں جن سے وہ عیسائیوں کو بے وقوف بنا کر انھیں اپنا حلیف بنا سکیں۔ یا کم از کم ان کی طاقت کو ضائع کروادیں۔ لہٰذا انھوں نے ایک طرف تو حضرت عیسیٰ کو ایک یہودی مسیح قرار دے کر اور انجیل کی بعض باتوں کی مخصوص تشریح کرکے مقدس خون اور مقدس پیالہ کا تصور پیدا کیا اور اس کا حامل خاندان داؤد کے افراد کو قرار دیا ہے۔ دراصل یہ کوشش دو کاموں کے لئے تھی۔ بیت المقدس کو بزور چھیننے کے لئے انھیں افرادی طاقت کی ضرورت تھی اور یہ عیسائی ہی فراہم کرسکتے ہیں۔ دوسری طرف انھوں نے بنی داؤد کے چاروں طرف تقدس کا جال بن دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہودیوں کی اور بطور خاص بنی داؤد کی حفاظت اس جذباتی اور روحانی ہالے کے اندر رہ کر کرنا زیادہ آسان ہے۔

(۴) اس سلسلے کی کچھ اور باتیں ان شاء اللہ بعد میں حسب موقع آئیں گی۔

۱۰ تداخلی تحریکات

تداخلی تحریکات سے مراد وہ روحانی تحریکیں ہیں جو مسلمانوں میں پھیلیں۔ ایسی تحریکیں خواہ کسی کے ذریعہ قائم کی گئی ہوں یا کسی سے رہنمائی لے کر آگے بڑھیں ہوں اور بعد میں خودکار ہوگئیں ہوں لیکن بایں ہمہ ان سب کی تخلیق کے اندر یہودی کاز کار فرما رہاتھا۔ ان کی کم از کم دو قسمیں کی جاسکتی ہیں۔ پہلی قسم کی تحریکیں تداخل قرار دی جاسکتیں ہیں۔ یعنی وہ تحریکیں جن میں یہودی افکار پائے جاتے ہوں۔ اور دوسری قسم ان تحریکوں کی ہے جن کے افکار خواہ اسلام کے کسی نکتے کی تاویل ہی کیوں نہ ہوں لیکن مقاصد کار کے اعتبار سے وہ دراصل یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل کررہی تھیں۔ انھیں Planted تحریکیں بھی کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ ہم بنیادی طور پر یہودی روحانی کوششوں کا جائزہ لے رہیں اس لئے ان سے صرف نظر کرنا ہی فی الحال بہتر ہے۔ ہاں ان چند امور کی طرف توجہ ضرور مبذول کرانا چاہتا ہوں جن کی یاد دہانی یہودی روحانی کوششوں کو سمجھنے میں مزید آسانی پیدا کرے گی۔ اس سلسلے میں بعض افراد اور ان کے طریقے یاد رکھنا ضروری ہیں جو درج ذیل ہیں :

۱ حکیم بن ہشام
۲ عبداللہ بن میمون
۳ حسن بن الصباح
۴ بابک خرمی
۵ حمدان (قرامط)
۶ اسمٰعیل
۷ دَرُوْز
۸ راوندیٔ
۹ رَوشنَیہ
۱۰ بابؑ
۱۱ مرزا غلام احمد

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net

۱۱ اشکال اور ازالہ

آگے بڑھنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند اشکالات جو ذہن میں آسکتے ہیں ان کا ازالہ کردیا جائے۔

اسلامی نظام اس کے ربانی روحانی نظام' انبیاء کرام اور پھر امت میں چلی آرہی حق کی کوششوں کے ساتھ ساتھ شیاطین اور یہود کی ان کاروائیوں کا تذکرہ پڑھ کر جو اشکالات ذہن میں آسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں :

۱ کیا حق باطل کے مقابلے میں کمزور ہے؟

۲ کیا اہل حق مسلسل شکست کھاتے چلے آرہے ہیں؟

۳ کیا عہد نبوی سے آج تک امت میں پیدا ہونے والے صلحاء' تبع تابعین تابعین عظام' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حتیٰ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے قبل مبعوث کئے گئے انبیاء کرام علیہم السلام بھی ان قوتوں کے سامنے بے بس ہوگئے (نعوذباللہ)؟

حقیقت یہ ہے کہ صورت واقعہ یوں نہیں ہے۔ بلکہ مختلف ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

(۱) حق باطل کے مقابلے میں کمزور نہیں۔ حق ہی غالب ہوتا ہے اور باطل شکست کھاتا ہے۔ ہاں یہ جداگانہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے میں کون سا واقعہ کب ظہور پذیر ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(۲) ابلیس کو مہلت ملی ہے۔ شیطانی قوتیں ایک خاص حد تک موثر ہوتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ مقدرات میں بھی موثر ہوں۔ شیطان انبیاء کو بہکانے یاگزند پہنچانے کی کوشش کرسکتا ہے لیکن انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور عصمت نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کوئی کافر انبیاء کو طبعی ضرب لگانا چاہے تو لگا سکتا ہے اور ممکن ہے اس سے نبی کو گزند بھی پہنچ جائے۔ اگر کافر ایسا کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس سے نبی علیہ السلام کا کمزور ہونا اور کافر کا

مضبوط ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(۳) سب سے اہم بات یہ ہے کہ گزشتہ صفحات میں دراصل یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہود نے ابلیس اور شیاطین کا حلیف بن کر شیطانی اعمال و اشغال اور نامحمود علوم اور قوتوں کا سہارا لے کر کس طرح حقانی اور روحانی نظام کو درہم برہم کرنا اور امت مسلمہ کو نقصان پہنچانا چاہا ہے۔ لہٰذا صرف وہ امور پیش کئے گئے جسے وہ اپنا کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ یہاں نہ یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انبیاء' صحابہ کرام' تبع تابعین اور صلحاء امت نے کس طرح اور کہاں کہاں انہیں ناکام بنایا۔ اور کس طرح اب تک یہود وہ نہیں کرسکے جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ تو بتایا گیا کہ وہ کیا کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کا جائزہ نہیں لیا گیا کہ وہ کیا نہیں کرسکے۔

(۴) ہاں ایک بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے۔ یعنی خود اللہ تعالیٰ کے منصوبے اور کائنات کی تقدیر میں وہ باتیں لکھ دی گئیں ہیں جن کے مطابق ایک طرف امت میں برابر صلحاء اور مجددین پیدا ہوتے بھی رہیں گے اور دوسری طرف رفتہ رفتہ لوگ دین سے غافل بھی ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ نصیب فرمائے گا۔ چنانچہ امت مسلمہ کا یہ سفر جو نبوت و رحمت سے شروع ہوکر نبوت و رحمت تک جائے گا مقدرات میں سے ہے۔ اسی طرح یہ بھی مقدرات میں سے ہے کہ لوگوں میں دین سے غفلت پیدا ہوگی۔ اور اسی میں امت کی آزمائش ہے۔ یہ غفلت خیر ہے مطلوب نہیں۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم** اور پھر فرمایا : **علیکم بالسنتی و سنت خلفاء الرشدین المھدیین۔**

بلاشبہ ہم جتنا زیادہ تمسک بالکتاب والسنت کرتے رہے ہیں اور جس زمانے میں امت جتنی زیادہ اللہ کے حکموں پر چلتی رہی نظام کائنات اتنا ہی بہتر ڈھنگ سے چلتا رہا۔ فسادات اتنے ہی کم رہے لہٰذا لازماً امت اتنی ہی زیادہ محفوظ و مامون رہی۔ جیسے جیسے ہمارے یہاں انہدام دین ہوا ویسے ویسے نظام حق فساد آلودہ ہوتا رہا اور اسی قدر شیطانی قوتیں کامیاب ہوتی رہیں اور امت قعر مذلت میں گرتی رہی۔

http://www.asraralam.net/

http://www.urdumovies.net/

http://www.asrarealam.net/

۱۲ معرکہ عظیم

عہد اسلامی میں یہودیوں کے دعوے کے مطابق سباتائی زیوی جیسا مسیح کوئی دوسرا نہیں آیا۔ یہ واقعہ ہماری عہد سے قریب بھی ہے اور غیر معمولی بھی۔ لہٰذا ہم اس کا جائزہ بالکل نئے انداز سے لینا چاہیں گے۔

سباتائی زیوی کی آمد یہودیوں کے لئے کیا معنی رکھتی ہے؟ وہ کن طاقتوں کا مالک تھا اور اس سے یہودیوں نے کیا امیدیں وابستہ کی تھیں؟ امت مسلمہ اور یہود کا ماضی قریب میں روحانی ٹکراؤ کا وہ سب سے بڑا واقعہ ہے؟ خود اس میں ہمارے لئے بہت غور و فکر کا سامان ہے۔ تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری روحانی قوت اور ہمارے معاشرے کے اندر پائے جانے والے صلحاء کی وہ آخری فتح تھی جو امت کی سطح پر ہوئی۔ انہوں نے سباتائی زیوی جیسی شخصیت کو اپنے اوپر غالب آنے نہیں دیا؟ اس کے بعد پھر ہم اب تک سنبھل نہیں پائے ہیں؟ اور اب تو ایسا لگتا ہے کہ ہر لمحہ ایک نئی آفت اور ایک نئی مصیبت لے کر آرہا ہے ایسا لگتا ہے کہ ہمارا روحانی نظام منہدم ہونے کی قریب ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اور اس کے نظام حفظ و امان سے بالکل ٹوٹ چکے ہیں۔ ہماری اکثریت کا ربط کتاب و سنت سے ٹوٹ چکا ہے لہٰذا یہ کائنات اب ہم سے غیر مربوط ہو چکی ہے۔ اب وہ ہمارے لئے مسخر نہیں۔ اس لئے اس پر باطل کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہماری دعائیں مستجاب نہیں۔ اب ہماری غذا طیب رہ گئی نہ زندگی' نہ معاشرہ۔ ہم ہر جگہ ابلیس اور شیاطین کی میزبانی کرتے نظر آتے ہیں اور ملا ئکہ کو دور ہو جانے پر مجبور کرتے ہیں۔

سباتائی زیوی کی آمد ایک ایسے وقت ہوئی جب پوری یہودی دنیا بعض واقعات و حادثات کے سبب سخت کرب میں مبتلا تھی۔ یہ کرب کا وہی ماحول تھا جس کے بارے میں انہیں یہ معلوم ہے کہ ایسے ہی وقت میں اللہ انہیں ایک "مسیح" سے مدد کرے گا۔

چمیل نسکی (Chmelnitsky) کے قتل عام کے بعد وہ شدت سے اس مسیح کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک دن انہیں معلوم ہوا کہ غیر معمولی علوم اور صلاحیتوں کا مالک ایک شخص جو قبلہ کے عارفین میں سے تھا اور غیر معمولی زہد و پارسائی کے لئے مشہور تھا' سمرنا (ترکی) سے اچانک مصر چلا گیا' اور وہاں اس نے ایک فاحشہ یہودن سے جس کا نام سارہ تھا شادی کر لی۔

سارہ کی پیدائش پولینڈ میں ہوئی تھی۔ ابھی وہ بچی تھی کہ اس کے والدین کا قتل کر دیا گیا۔ وہ بھٹکتی ہوئی ایمسٹرڈم پہنچی۔ ذہین' بے انتہا خوبصورت سارہ بالآخر ایک طوائف بن گئی۔ ایک

دن اس نے خواب دیکھا کہ مسیح کی طرح سباتائی زیوی آرہا ہے۔ پھر اس نے دوسرا خواب دیکھا کہ وہ اس سے شادی کر رہا ہے۔ یہود زہاد و عباد کی اس طرح کی شادی غیر معمولی واقعات ہیں جو ان کے مصاحف میں ملتے ہیں۔ توریت میں ایک زاہد ہوشا (Hosea) نے اسی طرح ایک طوائف غمر (Gomar) سے شادی کی تھی۔

دونوں اپنی اپنی راہ سے مصر پہنچے۔ سباتائی ترکی سے اور سارہ ہالینڈ کی راجدھانی ایمسٹرڈم سے۔ شادی کے بعد سباتائی بیت المقدس چلا گیا۔ جہاں یہودی۔ کیا عوام' کیا خواص' کیا علماء' کیا زہاد دیوانہ وار اس کے پیچھے بھاگنے لگے' یوروپ' ایشیاء اور افریقہ کے یہودیوں کا گھر گھر اس کی ایک جھلک کے لئے بے تاب ہو اٹھا۔ ٹھیک اسی وقت کچھ علماء یہود نے ایک دوسری نشانی پوری کر دی اور وہ یہ کہ انہوں نے اسے دین یہود سے نکال دیا۔ اس آنے والے مسیح کی یہ دوسری علامت بھی پوری ہو گئی۔ چنانچہ سباتائی زیوی ترکی واپس آ گیا۔ جہاں ہر یہودی بے تابی سے نگاہیں فرش راہ کئے ہوئے تھا۔ اسی وقت خبر آئی کہ یہودیوں کی خفیہ فوج (جس کا تذکرہ آچکا ہے) جو جزیرۃ العرب میں چھپی ہوئی آنے والے مسیح کے حکم کا انتظار کر رہی ہے وہ اجازت کی طالب ہے تاکہ وہ خلافت عثمانیہ پر ٹوٹ پڑے۔

سباتائی نے اس کا جواب دیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ خلیفہ کو معزول کرنے' خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرنے اور فلسطین کو آزاد کرنے کے لئے قسطنطنیہ جا رہا ہے۔

امت مسلمہ کے لئے عمومی طور پر اور خلافت عثمانیہ کے لئے خصوصی طور پر یہ وقت سخت آزمائشوں کا تھا۔ محمد رابع تیرہ برس کی عمر میں ۱۶۴۸ء میں خلیفہ ہوا۔ ساری خلافت اندر اور باہر سے مصیبتوں میں گھری ہوئی تھی۔ دربار ابتداء دو خواتین یعنی سابق خلیفہ کی ماں اور موجودہ خلیفہ کی ماں کی لڑائیوں کی آماجگاہ تھا۔ چاروں طرف سے عیسائی اور یہودی قوتوں نے خلافت کو گھیر رکھا تھا۔ اندر سے یہودی قوتیں خلافت کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں۔

ظاہر سی بات ہے کہ بظاہر کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو سباتائی زیوی کے اس امنڈتے ہوئے سیلاب کو روک سکے۔ لیکن علماء' مشائخ اور عوام الناس کی قوت ارادی نے خلافت کو باعزم فیصلہ لینے کی ہمت بندھائی۔

سلطان نے اسے قید کر دیا۔ سباتائی زیوی کو قید کرنے کا حکم دینا تو آسان تھا مگر اس کی غیر معمولی تصرفات کا مقابلہ بھی کرنا ہوتا۔ الحمد للہ امت یقیناً اس وقت اس قابل تھی کہ اس نے

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

پوری سختی کے ساتھ اسے قید رکھا۔ ہاں خلیفہ نے اسے چند خصوصی مراعات دیئے۔ شاید اس کی وجہ ساری دنیا کے یہودیوں کا دیوانہ وار اس کی طرف ٹوٹ پڑنا تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ یہ بھی اس کے تصرفات کا ایک حصہ ہو' چنانچہ وہ ایک محل میں قید تھا اور لوگوں سے یہودیوں کے بادشاہ کی طرح ملاقاتیں کرتا تھا۔ ساری دنیا کے یہودی اور ان کے وفود ریاستوں کے وفود کی طرح اس سے ملاقاتیں کرتے وہ بادشاہوں کی طرح سفیر بھیجا کرتا۔ لیکن بہت جلد علماء و مشائخ نے خلیفہ کے واردات پر قابو پالیا چنانچہ ایک دن خلیفہ نے سباتائی زیوی کو دربار میں طلب کیا۔ اس نے اس سے دو شرطوں میں سے ایک قبول کرنے کو کہا۔ "چونکہ اس نے خلافت کے خلاف بغاوت کی ہے اس لئے اسے دو میں سے ایک راہ پسند کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ یا تو وہ اسلام قبول کرلے تاکہ اس کے ساتھ نرمی کی جائے یا موت کی سزا قبول کرے۔"

سباتائی زیوی نے اسلام قبول کرلیا اور دربار سے محمد آفندی کی حیثیت سے برآمد ہوا۔

تاہم اس کا اسلام مشتبہ رہا۔ اور اس کے بعد بھی اس نے خلافت میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔ چنانچہ بالآخر اسے البانیہ جلاوطن کردیا گیا جہاں وہ ۱۶۷۶ء میں مرگیا۔

اس کے اسلام قبول کرلینے کے سلسلے میں یہودیوں کے یہاں دو رائیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی رائے کے مطابق یہودی اس کی آمد سے جس قدر خوش ہوئے اس سے ہزار گنا بڑا صدمہ انہیں اس بات سے پہنچا کہ یہ مدعی مسیح بھی اصلی مسیح نہ نکلا۔ یہ غم یہودیوں کے لئے بے انتہا جانکاہ تھا جس نے ہر اعتبار سے یہودی قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس واقعہ نے یہودی نفسیات' فقہ' روحانیات' ادب' فلسفہ سب کو متاثر کیا۔ بعد کے تمام انقلابات اور واقعات کو سباتائی زیوی سے الگ کرکے دیکھنا ناممکن ہے۔ اسی غم کو سہارنے کے لئے وہ روحانی تحریک برپا ہوئی جسے حسیدزم کہتے ہیں جس کا تذکرہ ہوچکا ہے۔ سباتائی زیوی قبلہ کے اساطین میں سے تھا۔

(۲) دوسری رائے یہودیوں کی سباتائی زیوی کے انجام یعنی یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں یہ ہے کہ اس نے انہیں یقین دلادیا کہ ایسا کرکے سباتائی زیوی نے اپنے مسیح ہونے کی ایک اور علامت پوری کردی ہے۔ یعنی جس طرح ناصرہ کے مسیح نے دوبارہ آمد کے لئے اپنی قربانی دی اسی طرح سباتائی زیوی نے بھی اپنی دیدی۔ اس دوسرے طبقہ کا یہ بھی خیال ہے کہ سباتائی زیوی نے ایسا کرکے یہ بھی بتایا ہے کہ اب مسیح اصلی کی آمد میں زیادہ دیر نہیں۔ بس اس کی آمد آمد ہے۔ چنانچہ ان دونوں رایوں نے متضاد ہونے کے باوجود ایک ہی اثر پیدا کیا اور وہ

یہ کہ یہود اور زیادہ شدت سے مسیح کا انتظار کرنے لگے۔

جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے تو یہودیوں کے کسی ایسے غیر معمولی روحانی تصرفات کے مالک شخص سے مقابلہ آرائی اور اس کو ناکام کردینے کی یہ آخری سب سے بڑی مثال ہے۔

۱۴ روحانی انہدام کے طریقے

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ یہودیوں نے ربانی روحانی نظام کے درہم برہم کرنے کے لئے اب تک جو کچھ کوششیں کیں ہیں ان کا طریقہ کار کیا رہا ہے۔ ہم ابتداء ان امور کا جائزہ لیں گے پھر مفصل بحث کی جائے گی کہ آخر یہ کام کیسے ہوتا رہا ہے۔

☆ دو طریقے

عہد نبوی سے لے کر اب تک یہودیوں کی طرف سے اسلام کے نظام روحانی کی بربادی کی جو کچھ کوششیں ہوئی ہیں ان کے دو بنیادی طریقے رہے ہیں۔ یہ بنیادی طریقے ہیں :

۱ نفوذ

۲ اقدامی کوشش

نفوذ سے مراد ہے ہماری صفوں کو بظاہر درہم برہم کئے بغیر ہمارے اندر داخل ہوجانا اور اقدامی کوششوں سے مراد ہے باضابطہ ہماری روحانی عمارت کو ڈھانے کے سلسلے میں عملی اقدامات کرنا۔ ہرچند کہ آنے والے صفحات میں ان تمام امور سے بحث ہوگی مگر اس وقت ان کے صرف اصولی پہلو ہی شمار کئے جارہے ہیں۔

ان دونوں طریقوں میں یہ بات نمایاں رہی ہے کہ جیسے جیسے ہمارا معاشرہ عہد نبوی سے دور ہوتا گیا ہے اور تمسک بالکتاب والسنہ میں کمی آتی گئی ہے ویسے ویسے یہودیوں کو نفوذ اور اقدامی کوششوں میں مزید آسانیاں فراہم ہوتی گئی ہیں۔

نفوذ : نفوذ کی کم از کم پانچ صورتیں پائی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں :

۱ فکری نفوذ

http://www.asraralam.net/

۲ علمی نفوذ

۳ استدلالی نفوذ

۴ انسانی نفوذ

۵ روحانی نفوذ

فکری نفوذ سے مراد ہے ہماری روحانی فکر یا روحانیات قرآن و سنت کی جن بنیادوں پر استوار ہے اسے درپردہ ہٹا کر کوئی دوسری فکر داخل کر دینا۔

علمی نفوذ سے مرلو ہے روحانیت اور اس کے اعمال و اشغال کے تحت ان علوم کو داخل کر دینا جو بنیادی طور پر قرآن و سنت کو اپنے منصب سے ہٹا دیتے ہوں۔

استدلالی نفوذ سے مراد ہے کہ بظاہر تو اسلام کی روحانی فکر اور اعمال کو قرآن و سنت سے نہ ہٹانا مگر استدلال کے نام پر شیطانی علوم کو دخیل کر دینا۔

انسانی نفوذ سے مراد ہے مختلف طریقوں سے خود اسلام کے روحانی نظام میں داخل ہو جانا یا ہونے کی کوشش کرنا۔

روحانی نفوذ سے مراد ہے امت کے قلوب پر ایسے روحانی تصرفات کرنا کہ ہمارا انفرادی اور اجتماعی نظام دوسروں کے اشارے پر چلنے لگے۔

اقدامی کوششیں : اقدامی کوششوں کو آسانی کے لئے دو حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے جو درج ذیل ہیں :

۱ اقدامات انہدام نظام خیر

۲ اقدامات تعمیر نظام شر

اقدامات انہدام نظام خیر سے مراد وہ ساری کوششیں کرنا ہے جن کا مقصد نظام خیر کو منہدم کرنا ہو۔

اقدامات تعمیر نظام شر سے مراد وہ ساری کوششیں کرنا ہے جن کا مقصد نظام خیر کی جگہ نظام شر کی عمارت تعمیر کرنا ہو۔ اس میں وہ امور بھی داخل ہیں جیسے کہ نظام خیر یا اس کے کسی عضو کے ٹوٹ جانے کے بعد اسے دوبارا بنانے کی کوششوں کو ناکام بنانا۔

۱۴ اسلام کے روحانی نظام کی ایک جھلک

اس سے قبل کہ اسلام کے روحانی نظام کو جن جن طریقوں اور راستوں سے توڑا جاتا رہا ہے ان کی تفصیلی بحث آئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس روحانی نظام کے کسی ایک یا دو شعبوں کی کچھ جھلک پیش کردی جائے۔ تاکہ آئندہ کی بحث کا سمجھنا آسان ہو۔ محض تقریب فہم کے لئے ہم بجائے ایک یا دو نظاموں کو الگ الگ پیش کرنے کے چار یا پانچ نظاموں کے شبکہ (Network) کو پیش کرتے ہیں تاکہ کم امور کا تذکرہ کر کے زیادہ باتیں سامنے لائی جاسکیں۔ ذیل میں ہم نظام کلام، نظام ملائکہ، نظام ربط وغیرہ کی مثال دیتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل امور غور طلب ہیں۔

۱ نظام خیر کا انحصار اس پر ہے کہ یہ سارے نظام ٹھیک چل رہے ہوں اور امت اسے فساد آلودہ یا درہم برہم نہ کرے۔

۲ اگر یہ خیر پر قائم ہوں یعنی اس میں صلاح بھی ہو اور توازن بھی تو اللہ رب العزت سے امت انفرادی اور مجموعی ہر اعتبار سے مربوط ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مربوط ہونا اس کے لئے ساری کائنات کو فلاح کے ساتھ مسخر بنا دیتا ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین صورت وہ تھی جو عہد نبوت و رحمتہ میں پائی جاتی تھی۔

۳ یہ نظام بہت حساس ہے۔ اور ذرا سی بے اعتدالی یا انحراف بھی پورے نظام کو متاثر کرسکتی ہے۔ عہد نبوت میں اس کا مشاہدہ باسانی کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً وہ حدیث جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قرات کرتے ہوئے بھول جانے کے بعد فرمایا کہ لوگ طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔

ذیل میں چند آیات اور احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ سارا نظام سامنے آجائے گا۔

۱ **الذین یحملون العرش و من حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ و یستغفرون للذین امنوا ربنا وسعت کل شی رحمتہ علما فاغفر للذین تابوا و اتبعوا سبیلک و قھم عذاب الجحیم۔ ربنا ادخلھم جنت عدن التی وعدتھم و من صلح من ابائھم و ازواجھم و ذریاتھم انک انت العزیزالحکیم۔ وقھم السیات، و من تق السیات یومئذ فقد رحمتہ و ذلک ھوالفوز العظیم۔** (المومن ۹-۷)

http://www.asrar-alam.net
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۲ من کان یریدالعزۃ فللہ العزۃ جمیعاً۔ الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ و الذین یمکرون السیات لھم عذاب شدیدو مکر اولئک ھو یبور (الفاطر۱۰)

۳ عن ابی سعیدالخدری ان اسید بن حضیر قال بینما ھو یقراء من اللیل سورۃ البقرہ و فرسہ مربوطہ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقراء فجالت فسکت فسکنت ثم قراء فجالت فانصرف و کان ابنہ یحی قریبا منھا فاشفق ان تصیبہ و لما اخرہ رفع راسہ الی السماء فاذا مثل الظلتہ فیھا امثال المصابیح فلما اصبح حدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقراء یا ابن حضیر اقراء یا ابن حضیر قال فاشفقت یا رسول اللہ ان تطاء یحی و کان منھا قریبا فانصرفت الیہ ورفع راس الی السماء فاذا مثل الظلہ فیھا امثال المصابیح فخرجت حتی لا اراھا قال و تدری ماذاک قال لا قال تلک الملائکہ دنت لصوتک و لو قرات لا صحبت ینظرالناس الیھا لاتتواری منھم۔ متفق علیہ

۴ و عن البراء قال کان رجل یقراء سورۃ الکہف و الی جانبہ حصان مربوط بشطنین فتغشہ سحابہ فجعلت تدنو و تدنو و جعل فرسہ ینفر فلما اصبح اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال تلک السکینہ تنزلت بالقران (متفق علیہ)

۵ و عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا" و ان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین' فقال تعالی (یا ایھاالرسل کلوا من الطیبات۔۔۔ رزقناکم) ثم ذکرالرجل یطیل السفراشعث اغبر یمدیدیہ الی السماء : یارب یا رب و مطعمہ حرام' و مشربہ حرام' و ملبسہ حرام و غذی بالحرام فانی یستجاب لذلک (رواہ مسلم)

۶ و عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکہ و غشیتھم الرحمہ و نزلت علیھم السکینہ و ذکرھم اللہ فی من عندہ (رواہ مسلم)

۷ عن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : احب البلاد الی اللہ مساجدھا و ابغض البلاد الی اللہ اسواقھا۔ (رواہ مسلم)

۸ و عن سلمان الفارسی : قال : لا تکونن ان استطعت اول من یدخل

السوق و لا اخر من یخرج منھا۔ فانھا معرکہ الشیطان و بھا ینصب رایتہ (رواہ مسلم)

۹ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تستنجوا بالروث و لابالعظام فانھا زاد اخوانکم من الجن۔ (رواہ الترمذی و النسائی)

۱۰ یتعاقبون فیکم الملائکہ باللیل و ملائکہ بالنھار (رواہ البخاری' نسائی)

۱۱ خیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ المسجد الحرام۔ (رواہ ترمذی' مسنداحمد)

۱۲ لا تدخل الملائکتہ بیتا فیہ کلب او صورۃ او جنب۔ (رواہ البخاری' ابو داود' نسائی' مسنداحمد' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ۔

۱۵ انہدام کے محاور

○ محور : اول

نظام روحانی کے انہدام کا پہلا محور نظام کی بنیادوں کو ہی ڈھا دینا ہے۔ یہودیوں کی بنیادی کوشش اسی کی ہوتی ہے کہ ان کا مخالف نظام اپنی بنیاد سے ہی محروم ہو جائے۔ چنانچہ اسلام کے تعلق سے بھی ان کی یہی کوشش رہی۔ یہ بنیادیں ہیں :

۱ اصلاح

۲ توازن

۳ ربط

چنانچہ وہ ہر ایسی کوشش کو راہ دیتے ہیں جن سے بالآخر صلاح فساد میں' توازن عدم توازن میں اور ربط بے ربطی میں بدل جائے یا کم از کم ان امور کا اس میں تداخل ہو جائے۔

اس سلسلے میں ان کی دوسری کوشش ہوتی ہے۔ اس نظام روحانی کے شعائر کو ڈھا دینا' انہیں مجروح کر دینا یا ان کی تحقیر کرنا۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ جن شعائر کو ڈھانے یا ان کی حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱ قرآن مجید

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۳ حرمین شریفین

۴ الصلاۃ

اس سلسلے کی تیسری کوشش ہوتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ختم کرنا' انھیں مجروح کرنا یا ان کی تحقیر کرنا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم وہ "الحکم" ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا اور جو "خلافت" کی شکل میں امت کے پاس رہ گئی تھی۔

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ہے جو امت میں مستحب کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

○ محور : دوم

ربانی روحانی نظام میں فساد ڈالنے' اسے غیر موثر بنانے یا زمین پر بے اثر کرنے کے لئے یہودی تین بنیادی کام کرتے رہے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں :

۱ امت مسلمہ کو روحانی طور پر ماحولہا سے غیر مربوط کر دینا

۲ ادوات ربط کو مجروح کر دینا

۳ غیر اسلامی اور جعلی امور کو دخیل بنا دینا

اس سلسلے میں امت مسلمہ کو روحانی طور پر ماحولہا سے غیر مربوط کر دینے میں ان کی کوششیں پانچ اقسام کی بے ربطی کو پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہ پانچ قسمیں درج ذیل ہیں :

۱ مومن فرد اور معاشرے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کاٹ دینا

۲ مومن فرد اور معاشرے کا تعلق ملاء اعلیٰ سے کاٹ دینا

۳ مومن فرد اور معاشرے کا تعلق ملائکہ سے کاٹ دینا

۴ مومن فرد اور معاشرے کا تعلق دیگر عوالم سے کاٹ دینا

۵ مومن فرد اور معاشرے کا تعلق دیگر ارضی مخلوقات سے کاٹ دینا

اسی طرح ادوات ربط کو مجروح کرنے کے تعلق سے ان کی کوششیں مندرجہ ذیل چیزوں کو غیر خالص یا فساد آلودہ بنانے کی ہوتی ہیں :

۱ کلام اللہ

۲ صلاۃ

۳ دعاء

۴ رزق طیب

۵ مال طیب

۶ میقات و اوقات

۷ مقام

۸ نسل

اسی طرح سارے نظام کو فساد آلودہ کرنے کے لئے وہ جعلی اور شیطانی امور کو دین اور زندگی کا حصہ بنادینے کی کوشش کرتے ہیں۔

○ محور : سوم

پندرہویں صدی عیسوی سے قبل یہودیوں کی کوششیں عام طور پر قدیم طریقوں پر قائم تھیں۔ ان دونوں قسموں میں دائرہ کا فرق ہے۔

یعنی پندرہویں صدی سے قبل ان کی کوششیں اصلاً اس بات کی ہوتی تھیں کہ ان کی مخالف قوم یعنی امت مسلمہ کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ٹوٹ جائے۔ اس کے لئے ہی دراصل وہ شیطان کی مدد لینے کو مجبور ہوئے تھے۔ فی الواقع یہ نتیجہ تھا ان کی اس پریشانی کا کہ وہ خود کو ہی اللہ کے محبوب ہونے کا مستحق سمجھتے ہوئے بھی یہ حقیقت جانتے تھے کہ اللہ کے یہاں وہ معتوب ہیں اور فضیلت دوسروں کو حاصل ہے۔ لہٰذا وہ حسد میں نہ صرف یہ کہ امت مسلمہ سے کد رکھتے تھے بلکہ اپنی محرومی میں ملائکہ کو بھی ذمہ دار سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کی کوشش دونوں کو غیر مربوط کرنے کی ہوتی تھی۔

پندرہویں صدی کے بعد اور بطور خاص Alchemy کی تسخیر کے بعد اب ان کی کوششیں اس رخ پر بھی ہونے لگی ہیں اور وہ اس سلسلے میں خاصے کامیاب ہو چکے ہیں کہ امت مسلمہ کو عالم ملکوت میں مقید کر دیا جائے۔ (واضح ہو کہ یہ عالم ملکوت علماء یہود کی ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کی تشریح انشاء اللہ آئندہ ہوگی)۔

http://www.asraralam.net/

○ توضیحات و خطرات

آئندہ ہم انشاء اللہ یہودیوں کے روحانی نظام سے بحث کریں گے۔ لیکن اس سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند توضیحات کردی جائیں اور چند اشارے ان خطرات کی طرف کردیئے جائیں تاکہ بعض الفاظ اور معنویت کے ظاہری اشکال سے کوئی اشتباہ نہ پیدا ہو۔ چونکہ یہودیت انہیں انبیاء سے مربوط ہونے کا دعوی کرتی ہے جو ہمارے بھی انبیاء ہیں اور ان کی اصطلاحات بھی اپنے سارے فسادات کے باوجود انہیں صحائف سے مستنبط ہیں لٰہذا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی ظاہری یکسانیت سے کسی کو باطنی یکسانیت کا شبہہ ہوجائے۔ ایسا سمجھنا دو اعتبار سے غلط ہے۔ ہماری اصطلاحات قرآن و سنت سے مستنبط ہیں جبکہ ان کی اصطلاح ان کی ہوائے نفس' اور شیطان سے اکثر و بیشتر مستفید ہوتے ہیں پھر ان میں تہہ داری ہوتی ہے۔ ذیل میں ان الفاظ کا بطور خاص تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس میں ابتدا کسی کو اشتباہ ہوسکتا ہے جبکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے :

۱ ملکوت السموات والارض

۲ کلام اللہ

۳ علم الکتاب و علم من الکتاب

۴ حروف مقطعات

۵ الروح' روح

۶ یوم و ایام اللہ

۷ اسماء حسنی

۸ ظاہرالقران اور بطن القران

۹ انسان

۱ خلق علی صورتہ

۲ مظہر اتم

۳ تنزلات ستہ

۱۰ عالم اصغر

۱۱ عالم اکبر

۱۲ وحدۃ الوجود

۱۳ وحدۃ الشہود

۱۴ یہودی روحانیت

جیسا کہ یہ بات خود قرآن نے فرمائی ہے کہ ایک طرف یہودی اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے رہے تو دوسری طرف دین اور اللہ کے فضل کا خودغرضانہ استعمال' تیسری طرف ان تمام علوم کو سیکھتے اور اعمال کرتے رہے جو نامحمود تھے اور جن سے ان کو روکا گیا تو چوتھی طرف انہوں نے شیطان سے حلیفانہ تعلقات استوار کئے اور تمام شیطانی اعمال و اشغال اور سحر کرتے رہے۔ اس طرح ان کی روحانیت ان تمام امور کا مجموعہ بن گئی ہے۔ اور ظاہر ہے یہ سب مجموعی طور پر شیطانی ہے۔ چونکہ یہ باب پوری تاریخ انسانی میں یہودیوں کے پاس غیرمعمولی اور عدیم النظیر ہے اس لئے اس کا مختصر تعارف بھی سینکڑوں صفحات کا متقاضی ہے۔ چنانچہ ہم صرف چند ضروری امور کو ہی موضوع بحث بناکر اپنی بات کہنے کی کوشش کریں گے۔

ربی یوحانان نے کہا :

"تورات کے الفاظ صرف اس میں متمکن ہوتے ہیں جو اپنے کو ایسا بنالے گویا وہ نہیں ہے۔ جیساکہ آیا ہے—— "اور حکمت کہاں پائی جاتی ہے؟" (ایوب ۱۲—۲۸)"

تورات کی سورہ ایوب کی اٹھائیسویں رکوع کی آیت ۱۲ میں جو عبرانی لفظ آیا ہے وہ ہے "من این" اور یہی بنیاد ہے یہودی روحانیات کی جو بنیاد بنی "کچھ نہیں" کی۔

اس "کچھ نہیں" کا حصول دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ جو درج ذیل ہے :

۱ تواضع اور انکساری کے ذریعہ

۲ روحانیت کے ذریعہ

تواضع وہ راہ ہے کہ جو برتاؤ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جس کے بعد انسان "کچھ نہیں" یعنی حکمت کا حصول کرتا ہے۔ یہی حصول دوسری راہ سے انسان کے اندرون کو ابھار کر اس "کچھ

http://www.asraralam.net/

http://www.urdudaku.net/

نہیں" سے مربوط کرنے سے ہو سکتا ہے۔

یہ "کچھ نہیں" شعور کے پرے ہے۔ لہٰذا شعور کو پار کر کے لاشعور میں نفوذ کر جانا ہی "کچھ نہیں" کی دریافت ہے۔

چنانچہ اٹھارہویں صدی کے روحانی پیشوا لیوی اسحاق بردی چیو (Levi Yitzhak of Berditchev) نے لکھا ہے :

"خیال لاشعور ہوتا ہے جو خیال کو سوچنے پر ابھارتا ہے۔ اس لاشعور کو گرفت میں ہی نہیں لیا جاسکتا۔۔۔ خیال حروف میں سموئے ہوتے ہیں جو قالب ہے۔ جب کہ لاشعور حروف سے پرے ہوتے ہیں جو اس قالب کی سمائی سے باہر ہیں۔ یہی ہے مطلب "من این" کا۔"

چنانچہ لیوی اسحاق بردی چیو کے استاذ اور سترہویں صدی میں میزرچ کے مجید دووبائر (Dov Baer the Maggid of Mezritch) نے لکھا ہے :

""من این" کی باڑھ تک پہنچنے کے لئے عقل اور دماغ کو چھوڑنا ہو گا۔ اس کے پرے ہے "حکمت کہاں پائی جاتی ہے؟۔"

چنانچہ ہم یہودی روحانیت کے سب سے بڑے اور سب سے موثر طریقے کی وضاحت پر اکتفا کریں گے اور دیگر طریقوں کا ذکر مختصر آئے گا۔ وہ موثر طریقہ ہے قبلہ جس کے سلسلے میں ابتدائی باتیں گزر چکی ہیں۔

○ قبَلہ

واقعی تاریخ

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ روایتی تاریخ سے پرے قبلہ کی واقعی تاریخ یہ ہے کہ پہلی صدی عیسوی کے ایک مقتدر ربی عقبہ نے اس کی تشریحات کیں۔ یہ تشریحات اس کی غیر معمولی تصنیف "صفرۃ یطیرہ" کتاب الاجراء میں پائی جاتی ہے۔

اس سلسلے کی دوسری اہم ترین تشریح ربی عقبہ کے شاگرد ربی شمعون بن زخائی (Rabbi Simon ben Jochai) نے کی۔ یہ تشریح اس کی کتاب "ظہر" (Zohar) میں پائی جاتی ہے۔

بنیادی طور پر یہی دونوں کتابیں اصل الاصول ہیں قبلہ کی۔

○ مقصد اصلی

اس سے قبل کہ میں قبلہ کے غوامض سے بحث کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسی چیزوں کا تذکرہ کروں جو اہل اسلام اور یہود کے مابین دو ندیوں کے مانند بہہ رہی ہیں اور ان کے درمیان گویا برزخ ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان امور میں درک یہودیوں کے تمام مسائل کے سمجھنے میں انشاء اللہ مددگار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"و قال لهم نبيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينه من ربكم و بقيه مماترک ال موسى و ال هرون تحمله الملائكه ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين۔" (البقرہ۲۴۸)

"اس کے ساتھ ان کے نبی نے ان کو یہ بھی بتایا کہ "خدا کی طرف سے اس کے بادشاہ مقرر ہونے کے علامت یہ ہے کہ اس کے عہد میں وہ صندوق تمہیں واپس مل جائے گا' جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے سکینہ ہے۔ جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں' اور جس کو اس وقت فرشتے سنبھالے ہوئے ہیں۔ اگر تم مومن ہو' تو یہ تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے یہود کی تمام معرکہ آرائیوں' یہودیوں کی تمام جاو بے جا کاروائیوں' ان کی تمام روحانی کاوشوں اور شیطان سے ان کے تحالف کا راز بس اسی آیت کا غلط مطلب لینے میں مضمر ہے۔

یہ آیت حجۃ بالغہ ہے ان کی تمام روحانی کاوشوں کو سمجھنے کے لئے۔ یہ المیہ ہے کہ وہ قوم بشارتوں کے عین مطابق آنے والے انبیاء کی تکذیب بھی کرتی رہی انہیں قتل تک کرتی رہی اور پھر اللہ کی نصرتوں اور فضیلتوں کا انتظار بھی کرتی رہی ہے۔ بہرحال یہودی قوم کا اس واقعہ سے متعلق جو خیال ہے وہی ان کی تین ہزار سالوں کی تاریخ رہی ہے لہٰذا ہم اسے خود ان کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

یہودیوں کا خیال ہے کہ ان کی قوم اللہ کی محبوب قوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سکینہ ان کے ساتھ تھی۔ یہ سکینہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی' اس کی مدد اور برکت کی طرح تھی۔ یہ وہ الواح اور تبرکات ہیں جو بیت المقدس کی تباہی کے وقت گم ہو گئے۔ اور اب اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ ان

http://www.asrarealam.net/

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

یہودیوں کا خیال ہے کہ ان کی مصیبت اور ان کا دربدر مارا پھرنا اس وقت ختم ہو جائیں گے جب اللہ کی مدد آئے گی۔ یہ اللہ کی مدد اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ سکینت جو گم ہو گئی ہے انہیں واپس دلائے گا اور جب وہ تبرکات واپس مل جائیں گے تو ان یہودیوں کی صیہون کی واپسی ممکن ہوگی اس کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کے لئے "مسیح" کو بھیجے گا جو ان کے لئے خدا کی بادشاہت داؤد کے خاندان میں قائم کرے گا۔

چنانچہ صدیوں سے یہودی اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں وہ گم شدہ سکینہ واپس مل جائے۔

ان کا المیہ یہ ہے کہ جب یہودیوں نے دیکھا کہ جائز طریقے سے وہ سکینہ انہیں واپس نہیں مل سکتا اس لئے کہ وہ اللہ کے دین کی مخالفت اور بدعہدی کرتے آئے ہیں تو ان کا غصہ ملائکہ پر بھڑکا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ جبرئیل اور میکائیل کے سبب ہوا ہے۔ گویا یہ ان فرشتوں کے سبب ہے کہ نبوت آل داؤد میں نہیں آپاتی اور سکینہ انہیں نہیں مل پا رہا ہے۔ وہ یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ ایک ایسا فرد پیدا ہوگا جس کے ذریعہ خود اللہ تعالیٰ ان کے لئے سکینہ کا حصول آسان بنا دے گا۔ چنانچہ جہاں ایک طرف وہ اس سکینہ کا حصول صحف آسمانی میں پائے جانے والے ربانی طریقوں سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہیں ساری دنیا اور زمین و آسمان کے کافرین اور شیاطین انس و جن کی مدد بھی لے کر اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ان کی ساری روحانی کاروائیاں، ساری سفلی اور شیطانی باتیں، ساری سازشیں صرف اس سکینہ کے حصول کی خاطر ہیں۔ خود اس حصول کی تاریخ نے ان کی تاریخ، ان کی فقہ، ان کے فلسفے اور ان کی حیات کو طرح طرح کے انقلابات سے گذارا ہے۔

○ حصول کے راستے

اس گم شدہ سکینہ کے حصول کے راستے بہت سے رہے ہیں لیکن تقریب فہم کے لئے ہم انہیں تین بڑے طریقوں میں منقسم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی تشریحات بعد میں آئیں گی اور بعض کی تشریحات طوالت کا موجب ہونے کے سبب حذف کی جاتی ہیں۔ یہ تین طریقے درج ذیل ہیں :

۱ انفعالی طریقے سے

۲ فعالی طریقے سے

۳ دیگر طریقوں سے

یہودیوں کی تاریخ میں یہ تینوں طریقے یوں تو ہمیشہ رائج رہے ہیں ہاں یہ ضرور ہوا کہ کسی طبقے میں کوئی خاص طریقہ رائج رہا ہے۔ اس طرح بعض زمانوں میں بعض طریقوں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔

انفعالی طریقے سے مراد ایسے اعمال اور اشغال ہیں جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تاکہ وہ خود رحم کھا کر سکینہ کے واپس کرنے کا وعدہ پورا کرے۔

عام طور پر یہودی اکثریت میں یہی طریقہ رائج رہا ہے۔

حَلَخَہ (Halachcha) یعنی یہودی شریعت اور فقہ کے سارے امور اسی انفعالی طریقے سے مربوط ہیں۔ اسی طرح وہ ساری عبادات اور رسوم جو اس میں مذکور ہیں اسی حصول کے لئے ہیں۔ مثلاً

۱ مِقراءُ القدس الثمانیہ (Mikra-ei--Kodish)

۲ ذبح یعنی قربانی

۳ فسخ عبرانی فساخ (Pesach)

۴ شاوٗت (Shavout)

۵ سقوط (Sukkot)

۶ روش حاشنہ (راس السنہ) (Rosh Hashanah)

۷ یوم الکفور (یوم کپُور) (Yom Kippur)

۸ تمشوا (Teshuvah)

۹ شِملَحَت تورا (سماعت التوراۃ) (Simchat Torah)

۱۰ خروج یعنی (پی حاشروط، مدبر، صف، صفو)

۱۱ بَرَکہ (Berakhah)

۱۲ صلوۃ الفجر (شَباع، عُمیدہ وغیرہ)

ہرچند کہ قبلہ بھی ایک انفعالی طریقہ ہی ہے۔ لیکن پندرہویں صدی کے بعد اس کے استعمال کو دیکھتے ہوئے ہم اس کا شمار فعالی طریقے میں کریں گے۔

http://www.asraralam.net/

فعالی طریقہ سے مراد ہے وہ طریقہ جہاں خارجی‘ داخلی‘ روحانی اور طبعی طریقوں کا استعمال کرکے صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا تاکہ وہ سکینہ واپس کردے نہیں پایا جاتا بلکہ اپنی قوت کا استعمال کرکے یا تو خود سکینہ کو واپس لانا یا انفعال کے بجائے ایسے فعالی جارحہ پیدا کرنا ہے تاکہ سکینہ کا حصول کیا جاسکے۔

چنانچہ فعالی طریقوں میں ہم تین طریقوں کا شمار کرتے ہیں لیکن تقریب فہم کے لئے ان تین طریقوں کو چار طریقوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ یہودی روحانی طریقے قبلہ کو دو حصوں قبلہ اور ظہر میں منقسم کرکے۔ اس طرح اب فعالی طریقے درج ذیل ہوجاتے ہیں :

۱ قبلہٗ (Kabbala)

۲ ظہرُ (Zohar)

۳ الکیمیا (Alchemy)

۴ سازش (Plots)

چونکہ آخری طریقہ یعنی سازش اصلاً روحانی نہیں ہے اس لئے ہم اس کا تذکرہ قلم زد کرتے ہیں جہاں تک الکیمیا (Alchemy) کا تعلق ہے تو وہ ہرچند کہ روحانی طریقہ نہیں لیکن چونکہ اس میں قبلہ کو بہت دخل ہے اس لئے ہم اس کا ذکر کریں گے۔ (لیکن بعد میں)

تیسرا طریقہ ”متفرق طریقہ“ کے اعتبار سے شمار کیا گیا ہے۔ اس میں ساری دنیا میں پائے جانے والے ہزاروں روحانی اور شیطانی طریقے شامل ہیں جنہیں ہزاروں سال سے یہودی استعمال کرتے آئے ہیں۔ لیکن گزشتہ ایک سو سال میں ان میں ایک انقلاب آیا ہے اس لئے ہم کسی قدر اختصار سے ہی سہی آئندہ اس کا بھی تذکرہ کریں گے۔

اب ہم ان دو طریقوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا شمار فعالی طریقوں کی ذیل میں ہوا تھا۔

○ قبلہ : قبلہٗ اور ظہرُ

یوں تو یہودیوں کی اصلی روحانیت کی بنیاد توریت اور زبور ہی ہیں لیکن اس نے تین راہوں سے ظہور کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں :

۱ تلمود (Talmud)

۲ مِدرش (مدرَس) (Midrash)

۳ ظُہر (Zohar)

تلمود فقہی ہے۔ مدرش خلقی یا اخلاقی ہے اور ظہر روحانی۔ یوں بھی ظہر توریت کی روحانی تفسیر ہی کا نام ہے۔

اس پورے روحانی نظام کی بنیاد لفظ ”فردوس“ ہے۔ اس کے چار مدرج ہیں جو درج ذیل ہیں :

۱ پشات (الفصاحۃ) مدرج اول (Peshat)

۲ رِمیز (رمز) مدرج دوم (Remez)

۳ دِرَش (دَرس) مدرج سوم (Derash)

۴ سود (سود) مدرج چہارم (Sod)

ان چاروں الفاظ کے پہلے حرف سے مل کر ایک لفظ عبرانی میں بنتا ہے جسے Pardis کہتے ہیں یعنی پ‘ ر‘ د‘ س۔ اس کا مطلب ہے فردوس یعنی جنت۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ربط اور تقرب کی آخری منزل ”فردوس“ ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی ان چاروں مدارج کو پہنچے۔ ان میں سے کوئی مدرج کسی سے کم نہیں یا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ہر مدرج اپنی جگہ یکتا ہے۔

○ صفیروت (Sefirot)

یہودی روحانیات کی بنیاد ہے عوالم خفی پر اللہ تعالیٰ کی قوت تخلیق کا حصول کرکے تصرف حاصل کرنا۔ اللہ کی قوت تخلیق کا حصول دراصل اس کی تجلی ہے۔ اور اسی کو صفیروت کہتے ہیں۔ وہ عمل جس سے اس صفیرت کو ”معلوم“ اور ”مفہوم“ کیا جاتا ہے وہی اس کے روحانی اعمال ہیں۔

ربی عقبہ نے اپنی مشہور کتاب صفر یطیرہ کتاب الاجزاء (Sefer Yetzirah) میں لکھا ہے :

”دس صفیروت من این‘ سے دس‘ نو نہیں‘ دس گیارہ نہیں۔ حکمت سے سمجھو۔ سمجھ کر عقلمند بنو۔ ان کے ذریعہ جستجو کرو اور ان کے ذریعہ مسخر کرو۔ کسی شئی کو اس کی حقیقت میں

http://www.asraralam.net

http://www.asraralam.net

قائم کرو۔ اور خالق کو اس کے صحیح مقام تک واپس کردو۔(صفر یطیرہ ۱ : ۴)

صفیروت پر یہ الفاظ ہیں قبلہ کی سب سے پہلی اور مستند کتاب کے۔ صفر یطیرہ کے مطابق یہ عالم مختلف غلافوں اور حجابوں سے چھپا ہوا ہے۔ صفر یطیرہ صفیروت کے ذریعہ ان تمام غلافوں اور حجابوں کو پار کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اعمال و اشغال جو اس میں مذکور ہیں اسی مہم کو سر کرنے کے لئے ہیں۔ ان کے مطابق اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ کوئی ان حجابات کو ہٹا کر اس کے نظام تخلیق میں "انسانی شریک" بن جائے۔(نعوذباللہ) صفر یطیرہ صفیروت کو اس دنیا کی تخلیق کی اصل جڑ اور کیان بتاتا ہے۔ یہ کیان مشتمل ہے زمان' مکان اور ابعاد اخلاق پر۔

اس طرح صفیرہ عشرہ (TenSefirot) عبارت ہیں درج ذیل امور سے :

۱ غورالابداع

۲ خاتمہ یا انجام

۳ خیر

۴ شر

۵ شش جہات

۱ فوق

۲ تحت

۳ یمین مشرق

۴ یسار مغرب

۵ امام شمال

۶ خلف جنوب

صفیروت از خود ان ابعاد کو پار کرجاتے ہیں۔ اور اسے صفیروت بلمۃ (Sefirot belimah) کہتے ہیں۔

اس روحانی نظام کی تمام چیزیں توریت سے لی گئی ہیں۔ چنانچہ صفر یطیرہ پہلے صفرہ سے متعلق توریت کی سورہ خروج (۳ : ۳۱) کا حوالہ دیتا ہے جس میں ہے مشکن (مسکن یعنی جائے عبادت) کے معمار کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اسی روح حی القیوم سے بھرا ہوا تھا۔ یہی "روح حی القیوم" پہلی صفرہ ہے۔ چنانچہ توریت میں ہے :

"پھر یہودا نے موسیٰ سے کہا : سن میں اُروُن کے بیٹے بسلیل کو جو حر کا پوتا اور یہودا کے قبیلے کا ہے نام لے کر بلاتا ہوں۔ اور میں اس کو روح اللہ سے جو عقل' کمال' علم' اور تمام طرح کے کاموں کی سمجھ دینے والی روح ہے بھر دیتا ہوں۔" (خروج ۳--۱ : ۳۱) .

ابتدائی تین صفروت متاخرین تبا نین کے نزدیک بالترتیب قطر (Keter) ختمہ (حکمہ) (Hokhmah) بناہ (فہم) (Rinah) کہلاتے ہیں۔ یہ ذات رضات (علم Daat) میں لاتے ہیں۔ ذات رضات بجائے خود کوئی صفرہ مستقل نہیں بلکہ بعد کے چھ صفروں کے حصول میں مددگار ہوتی ہے۔

یہ بعد کے چھ صفرو "عمل کے تمام طریقے" کہلاتے ہیں۔ اور ان کا ذکر توریت کی سورہ تاریخ اول (۱۰ : ۲۹) میں آیا ہے۔ مذکور ہے :

"تب داؤد نے ساری مجلس کے سامنے یہودا کی حمد کی اور داؤد نے کہا : اے یہودا! اے ہمارے جد اسرائیل کے رب اول سے آخر تک تو لائق حمد ہے۔ اے یہودا! عزت' قوت' شان' قدرت اور عظمت تیری ہی ہے۔ کیونکہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے تیری ہی ہے۔ اے یہودا! مملکہ تیری ہے۔ اور تو سب پر بڑا اور عظیم ہے۔ دولت اور عزت تیری جانب سے ملتی ہے اور تو سب پر حکومت کرتا ہے۔ قدرت اور قوت تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور سب لوگوں کو بڑھانا اور طاقت دینا تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اب اے ہمارے رب! ہم تیری حمد اور تیرے پاک نام کا ورد کرتے ہیں۔" (تاریخ ۱۳-۱۰-۲۹)

مذکورہ چھ صفرہ درج ذیل ہیں :

۱ جدولہ یا حسد (Gedulah or Hesed)

۲ جبورہ (جبوت) (Geburah)

۳ طیفیرۃ (صفرو) (Tifereh)

۴ نزاہ (نجاح) (Netzach)

۵ حود (حاذ) (Hod)

۶ کُل (کُل) (Kol)

کل کے بجائے یسند (Yesod) زیادہ رائج اور مشہور ہے۔ جو نواں صفرہ ہے۔

آخری اور دسواں صفرو مملکہ (Mamlechah) ہے جسے ملکوت (Malkhut) بھی کہتے

http://www.asraralam.net/

ہیں۔(دیکھئے نقشہ ۱)

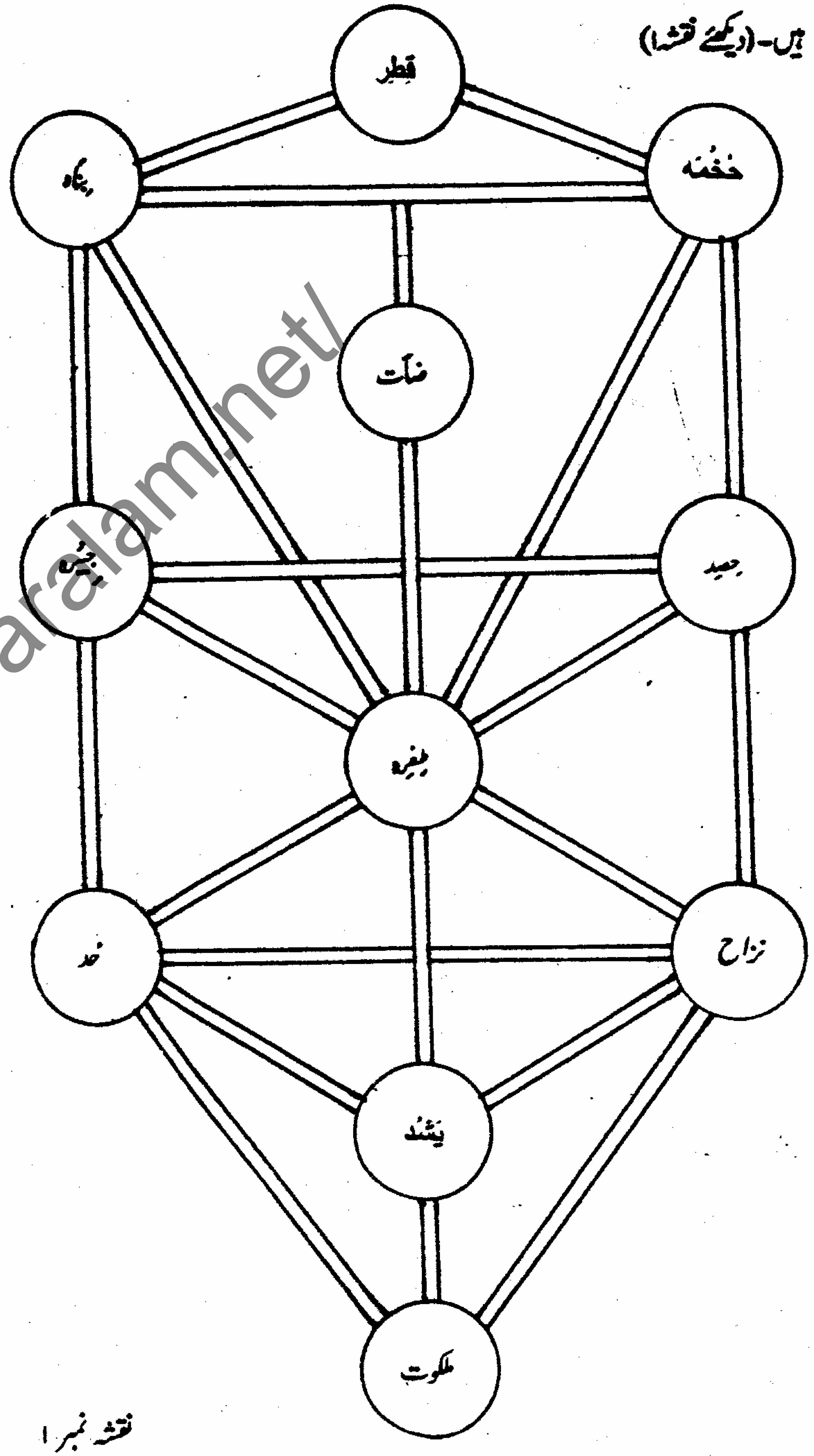

نقشہ نمبر ۱

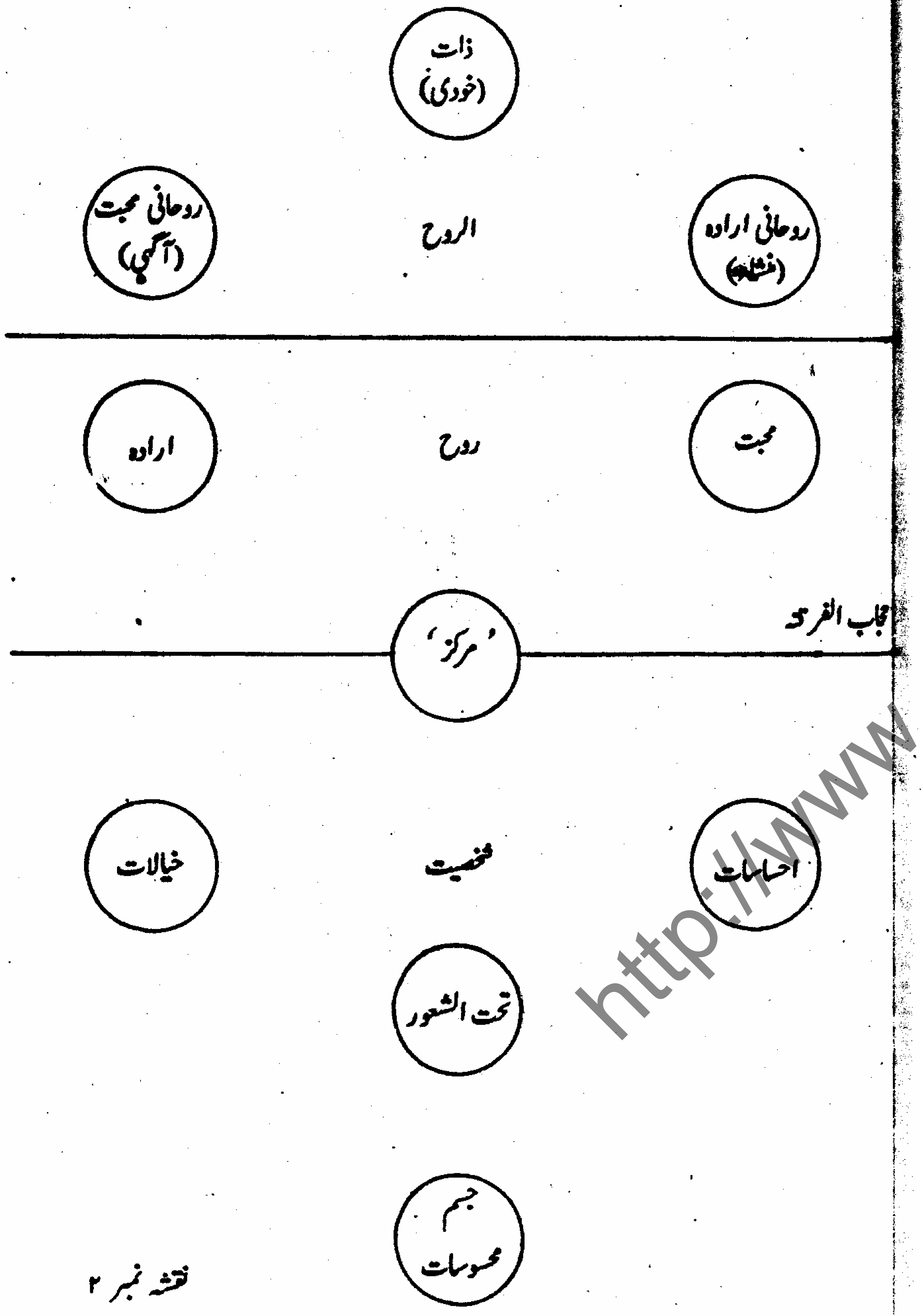

نقشہ نمبر ۲

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

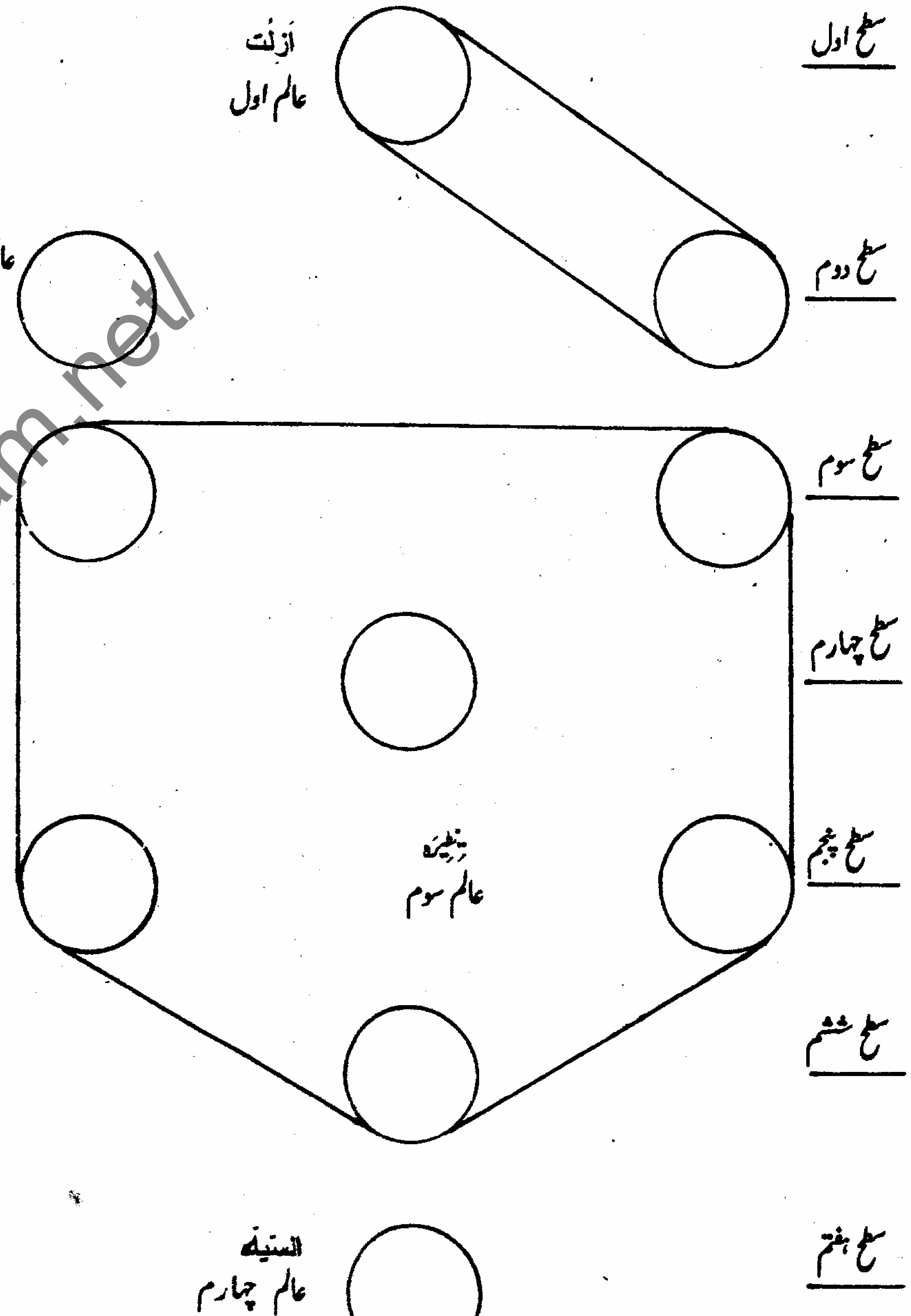

نقشہ نمبر ۳

شجرا لصفیرہ

نقشہ ا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شجرا لصفیرہ بائیس راہوں سے باہم مربوط ہے۔ اس طرح ان ۲۲ راہوں کے الگ الگ کام ہیں۔ جن میں ہر ایک کا تعلق عبرانی کے ۲۲ حروف تہجی سے ہے۔ صفرہ اور ان کے راستے کل مل کر ۳۲ ہوجاتے ہیں جو لیو (قلب Lev) کے جماتریہ (Gematria) ہوتے ہیں۔ یہودی روحانیت کے مطابق شجرہ الصفرہ ہی تمام تخلیقات کا قلب ہے۔

یہ سارے صفرہ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہیں۔ قبلانی افکار میں اللہ کی حقیقت ہے "این سُوف" یعنی جس کی انتہا نہ ہو۔ یہ ایک لامحدود اور لامعلوم مملکہ ہے۔ صفرہ اس محدود مملکہ (دنیا) اور لامحدود مملکہ کے درمیان پل کے مانند ہے۔

○ اتحاد صفرہ

ملکوت عالم بالا کا عالم ادنیٰ میں تنزُّل اور ظہور ہے۔ یہی سکینہ کا ذریعہ ہے۔

قبلہ کے مشہور اور قدیم تفسیری متن باہِر (The Bahir) میں ہے : "ملکوت خیال ہے جس کی نہ کوئی منتہا ہے نہ نصب العین' عالم کَون کی تسخیر اسی صفرہ سے اس طرح ہوسکتی ہے کہ انسان ان میں اتحاد پیدا کردے۔ (یعنی کم از کم قطر' طِفرَہ اور مُلکوت میں)"

قبلہ کے بنیادی طریق کے مطابق یہ اتحاد' اخلاص خیال اور تطہیر و تزکیہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے جس سے بالآخر سکینہ کا حصول ہوجائے گا۔

دوسری طرف قبلہ کی دوسری شاخ ظہر کی تشریح کے مطابق یہ اتحاد یشد (Yeshod) کے ذریعہ بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جنسی تمثیل کے ذریعہ چنانچہ ظہر والے سکینہ کو اللہ تعالیٰ کے بعد تانیث کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ (نعوذباللہ) جس کا ملکوت سے تعلق ہے۔

○ شجرہ الحیاۃ

اس شجرہ الصفرہ سے شجرہ الحیات کی تعمیر ہوئی ہے۔ (دیکھئے نقشہ ۲ بر صفحہ 95)

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

اس کے ٹھیک بیچ میں حجاب الفرقہ (Veil of Paroketh) ہے۔

○ مدارج سبعہ اور عوالم اربعہ

اس روحانیات کے مطابق مدارج سات ہیں۔ اور عالم چار (دیکھئے نقشہ ۳ بر صفحہ 96)

یہ عوالم درج ذیل ہیں :

۱ اَزِلُت (ازلیہ) (Atziluth)

۲ بَرِیَہ (بریہ) (Briah)

۳ یٰتیرہ اجری یا حظیرہ (عبرانی کے اعتبار سے دونوں ممکن ہے) (Yetzirah)

۴ اِسّیاہ (السینہ) (Assiah)

○ عوالم دیگر

دنیا میں ایک اور تقسیم ہے یہاں تین عوالم پائے جاتے ہیں اور وہ ہیں :

۱ نفس

۲ روح

۳ الروح

ان میں عالم نفس درج ذیل پر مشتمل ہے :

ملکوت : جسم اور حواس

یشد : تحت الشعور

حود : خیالات

نزاح : احساس

عالم روح درج ذیل پر مشتمل ہے :

طفرہ : خودی مرکز، شاہد غیر ناطق

جیرہ : بنائے ارادہ و قوت

حصد : بنائے حب و آگہی

اسی طرح عالم الروح درج ذیل پر مشتمل ہے :

بناہ : حب روحانی

خُخمَہ : مشیت روحانی

قطر : ذات حق

○ تخلیق اور حروف مقدس

عہد حاضر میں قبلہ کے ایک مشہور ماہر کا خیال ہے کہ قبلہ قالب ہے ابتداء آفرینش سے پائے جانے والے تمام اسرار و رموز کا۔ چنانچہ اہل قبلہ پوری توریت اور زبور کی تشریح اسی طرح کرتے ہیں۔ (یہاں واضح ہو کہ ذہن قرآن کی ان تفسیروں کی طرف جاسکتا ہے جو غالباً انہیں یہودیوں کی نقل میں باطنیوں نے لکھیں تھیں۔ مگر یہ بھی واضح ہو کہ ان میں وہ تفاسیر داخل نہیں جو قرآن کے ظواہر اور بواطن کے بارے میں کی جاتی ہے۔ جس کی نہایت اچھی تشریح سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں کی ہے۔ یعنی صوفیاء کرام کی ان تفسیروں کے متعلق جن میں وہ ظواہر کو رد نہیں کرتے۔ نہ ان کے نزدیک اس باطن اور ظاہر میں تضاد ہے۔)

چنانچہ اس سلسلے میں توریت کی پہلی آیت کی مثال کافی ہوگی : پہلی آیت یوں ہے :

بِراشیت برا اِلُوہیم اَتھہ حا شَمائم وَاتھہ حااَرِض اِلُوہم

(Berashith Bera Elohim Ath Ha Shamaim Va Ath Ha Aretz)

یعنی عام ترجمہ ہوگا :

"ابتداء اللہ نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو" لیکن اس کو مختلف طرح سے سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلے لفظ براشیت BRASHIT کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے :

"کائنات میں سے سورج کی روشنی ثنویت وجود کو ظہور میں لائی الروح کو نر اور مادہ اصول کے ذریعہ ظاہر کرکے۔"

اور یہ معنی لیا گیا ایک خاص اصول کے ذریعہ جس کا تعلق عبرانی حروف تہجی سے ہے جو

http://www.asraralam.net/

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

درج ذیل ہے :

براشیت = ب' ر' ا' ش' ی' ت

یعنی بیت' رش' الف' شین' یود' تھ

بیت : گھر یا قالب (کائنات)

رش : سورج

الف : ابتداء' ثنویت --- مثبت و منفی

شین : الروح

یود : اصل ذکر

تھ : اصل انث

اسی طرح دو الفاظ نہایت اہم و معنویت سے بھرپور ہیں :

پہلا لفظ ہے اِلُوہِم (Elohim)

اور دوسرا لفظ ہے۔ یہوا (IHVH)

یہ دونوں اللہ تعالٰی کے نام ہیں۔

لفظ الوہم جو عبرانی میں الہم یا 'ل' ہ' ی' اور م سے بنا ہے ایک مونث واحد ال ہ اور مذکر جمع ی' م سے بنا ہے۔ چنانچہ یہود اور بطور خاص ان کے روحانین اسے خدا کا وہ نام سمجھتے ہیں جو ماں باپ خدا ہے چنانچہ ان کے مطابق اللہ تعالٰی نے توریت کے پہلے باب تخلیق میں اپنا یہی نام لیا ہے جبکہ دوسرے باب سے جب تخلیق ہوگئی اس نے اپنا یہ نام ترک کرکے یہوا لینا شروع کیا ہے۔

○ مراکز قوت

شجرالحیاۃ کے مطابق جسم کے کچھ حصے مراکز قوت ہیں : چنانچہ وہ مراکز قوت درج ذیل ہیں :

۱ ملکوت : ریڑھ کی ہڈی کا بالکل نچلا حصہ

۲ یَسُد : عضو تناسل

۳ حاد اور نزاح : پیٹ کے گڑھے میں رگوں کا شبکہ

۴ طفرہ' جبرہ اور حسد : قلب

۵ ضائت : حلقوم

۶ بناہ اور حخمہ : وسط سر

۷ قِطِر : سر کا بالکل اوپری حصہ

○ انسان کامل یا کل

قبلہ کا مشہور مقولہ ہے : "جیسا اوپر ویسا نیچے"

اسی طرح ایک دوسرا مقولہ ہے :

"قِطِر ملکوت میں ہے اور ملکوت قِطِر میں"

○ غلام : Golem

قبلہ کا اہم ترین حصہ ہے غلام کی تشکیل۔ غلام (Golem) ایک انسان نما مخلوق ہے جسے روحانی اعمال سے بنایا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک مخلوق کا بنانا اور اس سے اپنے مقاصد کے لئے مافوق الفطرت کام لینا ہے۔ یہودی روحانین سولہویں صدی سے اس کی کوشش کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کا دعوی ہے کہ انہوں نے کئی موقعوں پر ایسے "غلام" (Golem) بنانے اور ان سے کام لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس عمل کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں غلام کا ایک طبعی جسم تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرے حصے میں اس کے اندر پیدا ہونے والی جنسی تحریک سے اسے دوسرے مرحلے میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

اس کا استناد یہودی روحانین تلمود' سن ہیدرن (B.T Sanhedran) میں درج ایک قول سے کرتے ہیں۔ جس میں کہا گیا :

رَاوَا بَرَعَ غَورَاَ

ترجمہ : "راوا نے ایک آدمی بنایا"

آخر میں ہم اس اہم ترین عبادت کے الفاظ نقل کرتے ہیں جسے قبلانین "عبادت ربانی" کہتے ہیں۔

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net/

۱ قِطر : ابُوَا د بشَيما (ہمارے باپ! جو آسمانوں میں ہو)

۲ خُخمَه: نتقَدَش اشمَغ (پاک ہو آپ کا نام)

۳ بناه: تِيت ملكُو تَخ (آپ ہی کی مملکت ہے)

۴ حصد- يشد : نَحويه زِيوينَخ اَى كَانَ د بشَمَيَا اَف به اَرحا
(زمین پر جیسی یہ آسمانوں میں ہے)

۵ ملكوت : حَولاً لَىهمَه دَ سُنقَنَان يومَنَا (ہمیں ہر روز ہماری روزینہ روٹی دے)

۶ مَلكوت- يشَدّ: وَاَشبوقَلَن حو ببَين اَى كَان دَف حنَان شبوقَن لحسَبين
(ہمارے گناہوں کو معاف کردے جس طرح ہم انہیں معاف کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی)

۷ يشَد طفرة : ولاَ تَحلَن لِيَه نِسيُناَ الى پِتزَن مِن بشَا
(اس لئے کہ ساری مملکت آپ ہی کی ہے۔

۸ طفرةَ- قطر: مِتّل دِلاَ خى ملكوته وَصيلا وَتشَجتَ لاَحلام اَلمِن
(طاقت اور عظمت' ہمیشہ اور ہمیشہ)

○ الکیما

الکیمیا کا تعلق خالصتاً مادہ سے ہے۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ چونکہ یہودی روحانیین کے نزدیک اس کا تعلق راست ان کے روحانی معاملات سے ہے اس لئے ہم اس کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

چونکہ یہ عنوان خود قبلہ سے کسی درجے میں کم نہیں لہذا تفصیلی بحث چاہتا ہے جس کی گنجائش نہیں اس لئے ہم نہایت اختصار سے اس کا ذکر کریں گے۔ الکیمیا سے مراد ہے مادہ کا استعمال اور مادے کی تسخیر۔ مغربی تہذیب یعنی عصر حاضر کی تہذیب مادہ اور تسخیر مادہ کی تہذیب ہے جسے عام طور پر سائنس کا عہد یا سائنسی زمانہ کہتے ہیں۔ لیکن الکیمیا کا ذکر کرنے سے قبل چند اصولی باتوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے :

(۱) علم کا منبع اصلی ذات باری تعالیٰ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف محمود اور نافع علوم دیئے اور اس کے مفید استعمال کا حکم فرمایا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مذموم اور ضار علوم سے روکا اور اس کے استعمال کو منع کیا۔

(۴) انسانوں کے پاس محمود اور نافع علوم کے علاوہ علوم بھی بعض ذرائع سے پہنچے اور برے انسانوں نے انہیں سیکھا اور ان کا برا استعمال لیا۔

(۵) حضرت آدم کے ہبوط ارضی سے لے کر قیام الساعۃ تک اپنی اپنی عہد کی ضرورتوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو علوم دیئے یا دیئے گئے علوم کو نمایاں کرنے کی توفیق دی۔

(۶) شیطان ہر زمانے میں لوگوں کو نامحمود اور غیر نافع علوم کی طرف بلاتا اور محمود اور نافع علوم کا بھی غلط استعمال لینے کی طرف اکساتا رہا ہے۔

(۷) مسلمانوں نے ہمیشہ رضاء الٰہی کے حصول کو اپنا مقصد سمجھا اور نظام ربانی اور دنیا کی فلاح و صلاح کو برقرار رکھنا اپنا وظیفہ۔ لہذا انہوں نے محمود علوم کو ترقی دی اور علوم کا صرف نفع بخش استعمال لیا اور مذموم علوم سے اور علوم کے مذموم استعمال سے خود کو بچایا۔ انہوں نے مادہ کا استعمال کیا اور سائنس کو ترقی دی۔ لیکن ان کا مادہ کا استعمال اور ان کی سائنس وہ نہیں جو آج مغرب کا شیوہ ہے۔ مغربی سائنس اپنی اصولیات اور تفصیلات دونوں میں نہ صرف اسلامی اصولیات و تفصیلات سے مختلف ہے بلکہ اس کی ضد ہے۔ دراصل اس کی اساس شیطانی ہے۔ اس کا مقصد ربانی نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مدبران امر (ملائکہ) ان کے خلاف ہیں تو انہوں نے خود ملائکہ کی جگہ لینی چاہی۔ اور مادہ کی تسخیر کو اپنا مقصد بنایا۔ تاکہ اس ذریعہ سے وہ اپنے مقصد حقیقی کو پاسکیں۔ اس کی تفصیلات انشاء اللہ الکیمیا کے ذیل میں آئیں گی۔ مسلمانوں کے علوم نظام ربانی اور اس کے روحانی نظام کو قائم رکھنے والے تھے جبکہ مغرب کی موجودہ سائنس اس نظام روحانی کو درہم برہم کرنے والی ہے اور اس کا مقصد حقیقی یہی ہے۔ وہ اسی لئے شیطان کے ذریعہ وجود میں لائی گئی ہے۔

http://www.asrar

اس شیطانی سائنس کی واضح ترین تشریح کرتے ہوئے مشہور یہودی قبالی مصنف ہینرک سکولیماؤسکی (Henryk Skolimowsky) نے درست بات کہی ہے :

"ہم (عصر حاضر کے یہود جو مغربی معاصر تہذیب کے روح رواں ہیں) اب تک کی سب سے مضبوط تہذیب والے ہیں۔"

آگے چل کر وہ کہتا ہے :

"اشیاء پر قدرت (اور اسی طرح دوسرے انسانوں پر جنہیں اشیاء کی سطح تک لادیا گیا ہے) کی خواہش (اس قوم کی) حقیقی اور فوق الوجودی خواہش کا ایک حصہ ہے۔ یہ ایک سعی ہے اشیاء کے وسیع تناظر میں اپنی علامت قائم کرنے کی۔"

وہ آگے لکھتا ہے :

"طاقت و قوت کے ممکنہ ولالات اور مظاہر میں' ہم لوگوں نے اپنی مخصوص تجسید کو سمونے کی کوشش کی ہے۔ یعنی حصول قوت بطور قوت قاہرہ جس سے کنٹرول اور اقتدار حاصل ہو اور برقرار رہے' طاقت کا یہ وہ مخصوص مظہر ہے جو اس وسیع و عریض عمارت میں ہمہ جا پیوست ہوگیا ہے جسے مغربی سیکولر تہذیب کہتے ہیں اور یہی وہ شکل ہے جو خوف کا سبب ہے اور نہایت خطرناک ہے۔ تصور قوت کا ارتقاع اپنی موجودہ خطرناک شکل میں (یہودیوں کے ذریعہ مغربی تہذیب میں) اس لئے ہوا ہے کہ مغربی انسان نے نجات کے ایک طریقہ کو ترک کرکے (مابعد نشاۃ الثانیہ عہد میں) دوسرے طریقے کو اختیار کرلیا ہے۔ نجات کا تصور آسمان سے ہٹادیا گیا ہے اور پوری طرح زمین پر قائم کردیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نجات کا یہ تصور ارضی اشیاء پر قدرت اور استمتاع ہی میں متصور ہوچکا ہے۔ اس کا مفہوم ہے زمین کا استعمال کرنا' زمین پر قدرت حاصل کرنا' زمین کو مفتوح کرنا' زمین کے متاع سے لطف اندوز ہونا تو صرف اس وسیع اسکیم کا ایک حصہ ہے اس کا دوسرا حصہ ہے اقتدار وقوت قاہرہ کا لطف لینا' زمین پر' فطرت پر' اشیاء پر۔"

(Henryk Skolimowsky : The Reality and Illusion of Power ; Seminar, Delhi-- 323, July, 1986)

مندرجہ بالا سطور کسی قبالی کا شاہکار ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ میں وہ رموز و اسرار پنہاں ہیں جس کی قبلہ تعلیم دیتا ہے۔

○ یہودی الکیمیا

یوں تو روایتی اور تصوراتی باتوں کا ایک غیر معمولی جال بن کر اس شیطانی نظام کو رکھا گیا ہے۔ اور یہ جاننا بظاہر بہت مشکل نظر آتا ہے کہ اس کی حقیقی شروعات کب ہوئی۔ لیکن قرآن اور یہودیوں کے اپنے ذرائع سے اس کا علم ضرور ہوجاتا ہے کہ باضابطہ طور پر اس کی جڑیں کب جم گئیں۔

قرآن کا ارشاد ہے :

"وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی۔" (البقرہ ۱۰۲)

یہ زمانہ ان کی دوسری قید کا زمانہ تھا جب وہ بابل میں مقید تھے جو ۵۸۶ قبل مسیح سے ۵۳۶ قبل مسیح تک تھا۔ یہودی ذرائع کے مطابق یہی وہ دور تھا جب یہود نے شیطان سے باضابطہ تحالف کیا۔ اور الکیمیا سے متعلق شیطان نے انہیں آگاہی دی۔

ایک یہودی قبالی مصنف کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

"اسی آزادی خیال نے اسرائیل کو اس کی اجازت دی کہ وہ آسمان کے توحیدی نظریہ کو ایک اور خدا کے ذریعہ مضبوط بنائے اور یہودا کی حقانیت کو متوازن کرے۔ دنیا میں شر کی موجودگی کو عقلی بنیاد دے۔ جس پر ایک ایسے خدا کی حکمرانی ہے جو خیر کا شخص ہے۔"

وہ مزید کہتا ہے :

"چنانچہ اس طرح' شیطان ___ الخالف ___ پیدا ہوا' اور اس نے جنت کے لئے ایک نئی بنائی معقولیت فراہم کی جو دوسری زمینی مخلوقات کو جو کیڑوں کے مانند تھیں ہمیشہ رہنے والی محبت سے کمتر نگاہ سے دیکھتی تھی۔"

چنانچہ وہ امور جو بابل میں پیدا ہوئے تھے یہودیوں کے یہاں چلتے رہے۔ مسلم عہد حکومت میں مسلمانوں نے ایک طرف تو یہودیوں کو دیانتدارانہ طور پر سارے حقوق دیئے جس سے ان کی زندگیاں دوسری قوموں کے ساتھ رہنے کے مقابلے میں یہاں محفوظ تھیں تو دوسری طرف انہیں علوم و فکر پر کام کرنے کے مواقع ملے۔ لیکن اس علمی میدان میں

http://www.asraralam.net

http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net

جہاں مسلمانوں نے نافع اور محمود علوم کو آگے بڑھایا یہودیوں نے نامحمود علوم کو اپنا محور تصور کیا۔

اس کا سب سے بڑا موقع انھیں اندلس میں ملا۔ جہاں کے ایک قبالائی نے مسلمانوں سے سیکھے علوم کی ایک نئی تشریح کی جو قبالائی تھی۔ اور یہیں سے اس سائنس کی داغ بیل پڑی جو اسلامی علوم سے مختلف تھی۔ اس قبالائی کو دنیا ابراہیم بن لطیف (۱۲۹۰—۱۳۲۰) کے نام سے جانتی ہے۔ اسے رمنڈلل نے—— جو خود تو عیسائی تھا آگے بڑھایا—— پھر دوسرے یہودی ایمانوئیل بونفل اور لیوی بن گرشون نے۔

ان علوم میں ہرچند کہ انسانی عقل استعمال کی گئی تھی لیکن اس کا فلسفہ قبلہ سے لیا گیا اور مقصد کار بھی قبلہ نے ہی طے کئے۔ چنانچہ اس کے بعد علم و فکر کی دنیا میں جو انقلاب آیا جس کی ابتداء نشاۃ ثانیہ (Rennaissance) کہلاتی ہے اور جس کی انتہا آج کا خلائی اور حیاتیاتی (Space and Genetic Age) دور ہے وہ اسی سوچ کا نتیجہ ہے۔"

یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یورپ کے تمام مشہور و معروف سائنس داں، اہل قلم اور مفکرین جنھوں نے اس مغربی تہذیب کی آبیاری کی ہے بڑے بڑے قبالائی روحانیات کے ماہر یا پیشوا گزرے ہیں۔ یہ ہماری سادگی ہے کہ ہم نے صرف انھیں سائنس داں یا مفکر کی حیثیت سے جانا اور ان کی حقیقت اور ان کے اصلی مقصد کی ہم کو خبر نہیں۔

چنانچہ سر اسحاق نیوٹن (Sir Issac Newton)، ریکارڈو (David Ricardo)، کارل مارکس (Karl Marx)، فرائڈ (Freud)، یونگ (Jung)، وغیرہ نہ صرف یہ کہ یہودی سائنسداں اور مفکرین گزرے ہیں بلکہ یہ بڑے بڑے قبالائی روحانی شخصیتیں بھی تھیں۔ خود کوپرنیکس (N. Copernicus)، کیپلر (Keplar)، گلیلیو (Galileo)، بیکن (Bacon)، دیکارتے (Descartes)، لاک (Locke)، لبنٹز (Liebnitz)، والٹیر (Voltaire)، روسو (Rousseau)، دالمبرٹ (d Alemburt)، دیدرو (Diderot)، کامیل دساولنس (Camille Desmoulins)، ایباٹ سیس (Abbot Seiyes)، دانتن (Danton)، روبسپیر (Robespierre)، مرات (Marat)، مرابو (Mirabeau)، فاتیے (Fayette)، لوئی دسنت جسٹ (Luis de Saint- Just)، ٹالسٹائی (Tolstoy)، سبھی یا

تو فری میسن تھے یا ایسے فری میسن تھے جو قبلہ کے ماہرین بھی شمار ہوتے تھے۔

جب اسی طرح کی روحانی تحریکوں نے مغربی اور مشرقی یوروپ کو اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اپنے گھیرے میں لیا تو مغربی یوروپ میں اساطین علم و سائنس کسی نہ کسی طرح انھیں یہودی روحانی تحریکوں سے وابستہ تھے۔ مغربی حصے میں چند نام درج ذیل ہیں:

مارکس (Marx)، فرائڈ (Freud)، برگساں (Bergson)، آئن اسٹائن (Einstin)، پسارو (Pissaro)، شگال (Chagall)، سوتین (Soutine)، موڈگلیانی (Modigliani)، مینڈل سون (Mendelssohn)، افین باخ (Offenbach)، سنت سائیس (Saint Sains)، بیزے (Bizet)، ملر (Mahler)، ہنے (Heine)، پراؤست (Proust)، ماورائے (Maurois)، روماں (Romains)، اور ان سبھوں سے قبل کے اساطین مثلاً اسپنوزا (Spinoza) لیوپولڈ زنز (Leopold Zunz)۔

اسی طرح مشرقی حصے میں، احدحاعام (Ahad Ha-Am)، حائم بیالک (Hayaim Bialik)، ساؤل چرنی چوسکی (Saul Tchernichovsky)، مینڈل موشر شفورم (Mendle Mocher Sforim)، شولیم علیکم (Sholem Aleicham)، پیرز (Peretz)، فرنز روزنوگ (Franz Rosennwieg)، مارٹن بیوبر (Martin Buber) وغیرہ۔

۱۷ متفرقات

اس عنوان کے تحت ان تمام روحانی یا شیطانی طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر یہودیوں نے یا تو قابو پالیا ہے یا وہ ان سے تحالف قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور اب ان کی مدد ان کو حاصل ہے۔ یہ ایک وسیع و عریض میدان ہے جس کا تذکرہ بے جا طوالت کا باعث ہوگا اس لئے ہم صرف ان کا شمار کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن یہ شمار دو عنوانات کے تحت ہوں گے:

۱۔ مغربی سری روایات (Western Mystery Tradition)

http://www.urdumovies.net/

۲۔ مشرقی سری روایات (Eastern Mystery Tradition)

مغربی سری روایات :

۱ آرتھورین روایات (The Arthurian Tradition)

۲ سیلٹانی روایات (The Celtic Tradition)

۳ دروئی روایات (The Druid Tradition)

۴ گریل روایات (The Grail Tradition)

۵ یونانی روایات (The Greek Traditon)

۶ پری روایات (The Faery Tradition)

۷ اسی میں وہ سارے علوم اور ان کے اعمال و اشغال شامل ہیں جنہیں Gnosticism کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۸ اسی طرح اس میں وہ سارے اعمال و اشغال بھی شامل ہیں جو اصلا سحر سے تعلق رکھتے ہیں اور جنہیں Occultism کہتے ہیں۔اس کے دو شعبے ہیں :

۱ ساحرانہ علوم (Occult Sciences)

۲ ساحرانہ اعمال و فنون (Occult Arts)

۹ رونی روایات (The Runes Tradition)

۱۰ تاروتی روایات (The Tarot Tradition)

۱۱ قدیم امریکی روایات (The Native American Tradition)

(۲) مشرقی سری روایات

۱ فینگ شوئی (Feng Shei)

۲ شامانیت (Shamanism)

۳ یوگا (Yoga)

۴ زین (Zen)

۵ تائی چی (Taichi)

۶ تبتی روایات (Tibetan Tradition)

۷ تنتر روایات (Tantra Tradition)

۱۸ توجیہ و تشکیل جدید

انہوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ ان سفلی اور شیطانی علوم کو سیکھا اور ان میں مہارت پیدا کی بلکہ ان پر مکمل طور پر قابو پاکر خود ان علوم کی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے توجیہ (Orientation) اور تشکیل جدید کی۔ چنانچہ اس سلسلے کی نادر مثال تھیوسوفی اور زین ہیں۔

ان میں تھیوسوفیکل سوسائٹی جسے ایک یہودی خاتون ہیلیناپیٹرونونیا روتن استرن خان (پیدائش جولائی ۱۸۳۱ء) نے جسے دنیا مادام بلاوسکی کے نام سے جانتی ہے قائم کیا تھا۔ ایک نادر مثال ہے۔ بلاد تسکی کی دونوں کتابیں اس توجیہ اور تشکیل جدید کی شاہکار ہیں خاص طور پر موخرالذکر۔ یہ دونوں کتابیں ہیں :

۱ آئی سس ان ویلڈ (Isis Unvieled)

۲ دی سیکرٹ ڈاکٹرن (The Secret Doctrine)

گریل روایات کا ذکر آچکا ہے کہ کس طرح وہ قبلہ کی ایک توجیہ اور تشکیل جدید ہے۔

یہودیوں نے اس کے بعد ان تمام شیطانی اور سفلی قوتوں کو اپنے مقاصد کے حصول میں استعمال پر غور کیا۔ لہذا انہیں یہ بات سوجھی کہ ان تمام قوتوں کا استعمال کرکے ربانی روحانی نظام کو توڑنے اور بقول یہود سکینہ کو بزور اپنے پاس لانے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان تمام قوتوں کا تجمع (Consolidation) کرنا چاہا اور مغرب میں وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مشرق کے سطحی ذہن رکھنے والے لوگ جو مغرب کی ذہنی غلامی میں بندھے ہوئے ہیں انہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ مغرب جسے وہ نئی روشنی اور عقل و فکر کی روشن زمین سمجھتے ہیں وہاں محض ان سائنسی قوتوں کا اجتماع ہی

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net

نہیں ہے بلکہ ان شیطانی، سفلی اور روحانی قوتوں کا بھی اجتماع اور تجمع ہے۔ اور اس کا وہ بھرپور استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ بات حیرت سے سنی جائے گی کہ جنگ خلیج اس کا ایک حیرتناک نمونہ ہے۔ جہاں محض خطرناک ہتھیاروں سے ہی لڑائی نہیں لڑی گئی بلکہ ان روحانی شیطانی اور سفلی اعمال کا بھی استعمال ہوا۔ اس موقع پر تمام یہودی روحانیین کا اجتماع اور ان کی کوششیں سب کو معلوم ہیں۔

○ مکر کبار

انہوں نے ان علوم و فنون کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے عجیب وغریب طریقے اپنائے ہیں جن سے وہ اپنی مخصوص قوتوں کی اور ان کے ذخائر کی حفاظت کر سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک مثال کافی ہوگی۔ اور وہ مثال ہے قبلہ کی حفاظت کے انتظامات کی۔

قبلہ ان کے روحانی طریقوں کی ایک اہم چیز ہے چنانچہ انہوں نے اس کی حفاظت کا یہ نظم کیا ہے کہ اس کے چاروں طرف اسی نام سے چھ سات قسم کے علوم و فنون کا جعلی اور جھوٹا غلاف ڈال دیا ہے۔ مثلاً یہ قبلہ مندرجہ ذیل ناموں سے جانا جاتا ہے لیکن اس میں اکثر جعلی اور کوئی ایک ہی اصلی ہے :

۱ قَبَلَہ (Qabalah)
۲ قَبْلاَ (Qabbala)
۳ کَبَّالَہ (Kabbalah)
۴ کَبَلَہ (Kablah)
۵ کَبَالَہ (Cabala)

○ انہدام کی کوششیں

ان شاء اللہ اس عنوان کے تحت ہم ان کوششوں اور راستوں کا جائزہ لیں گے جن کے ذریعہ عہد خلافت راشدہ کے زمانے سے لے کر آج تک یہودیوں نے مختلف روحانی اور شیطانی یا نامحمود طریقوں سے اسلام کے روحانی نظام کو منہدم کرنے کی کوشش کی۔ ان باتوں کو ہم دو ذیلی عنوانات کے تحت بیان کریں گے جو درج ذیل ہیں :

۱ انہدام کی قدیم کوششیں
۲ انہدام کی جدید کوششیں

○ انہدام کی قدیم کوششیں

فرق باطلہ

روحانی انہدام کی ایک بڑی کوشش وہ ہے جس میں یہودیوں نے روحانیت کے نام پر کبھی باطنیت اور تصوف کے ذریعہ اور کبھی فلسفہ کے نام پر دہریت اور الحاد پھیلانے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے اس باطنیت اور اس کے تفسیر بطن قرآن و شریعت کا اصل بطن قرآن اور بطن شریعت غرا سے کوئی تعلق نہ تھا۔

وہ تمام باطنی سلسلے جن کا ذکر ماقبل ہوچکا ہے اسی قبیل کی ہیں اور جن پر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "رد روافض" اور اپنے "مکتوبات" میں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی "المقدمہ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیہ" اور "تفہیمات الٰہیہ" میں کلام کیا ہے۔ یہی وہ فرق باطلہ و صوفیاء ملاحدہ ہیں جن کے ذکر سے الملل و النحل اور الفرق بین الفرق کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

یہاں ایک مشکل امر کا ذکر کرنا شریعت مطہرہ کی حفاظت میں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ کے کسی طالب علم کو جب اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ ان راستوں اور افراد کا پتہ چلائے جنہوں نے شریعت کو برباد کرنے اور اس دین کو ڈھانے کی کوشش کی تو وہ باتیں اس کی راہ میں حائل ہوتی ہیں جن سے وہ بہت پریشان ہوجاتا ہے اور اپنے کو تقریباً بے بس پاتا ہے۔ تاہم اس دین کی صیانت اور اس کے چشمہ صافی کو پاک رکھنا اور اس کی کوشش کرنا ہر مومن کا فرض ہے لہٰذا وہ کم از کم ایسے معالم فی الطریق ضرور استفادہ کر دینا چاہتا ہے تاکہ آنے والی نسل کے لئے مفید مطلب ہو اور اللہ کا کوئی زیادہ نیک بندہ اس کام کو آگے بڑھاسکے۔ اور وہ معالم فی الطریق ہیں ذکر ان پریشانیوں کا جن کا اسے سامنا کرنا پڑا۔

ان میں پہلی پریشانی یہ ہے کہ عام طور پر ماضی میں ان افراد و طبقات کے تذکرے

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

جو روحانیات سے متعلق رہے عموماً ان لوگوں کے ہاتھوں لکھے گئے جو ان کے معتقدین تھے۔ لہٰذا عام طور پر ان شخصیتوں کے چاروں طرف تقدس، تعریف اور منقبت کے ایسے دبیز ہالے لگے ملتے ہیں کہ اصل حقائق کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی تحقیق طلب بات پائی بھی جاتی ہے اور کوئی اس کے لئے آگے جانا بھی چاہتا ہو تو وہاں سکر، صحو اور تاویلات کی دیواریں کھڑی ملتی ہیں۔

اس سے سب سے زیادہ فائدہ یہودیوں کو ہوا۔ سیاسی اور علمی معاملات میں جب یہودیوں نے دراندازی کرکے تباہی مچانی چاہی تو وہ عموماً فوراً پہچان لئے گئے مگر جب انہوں نے روحانی طریقوں سے اسلام کو ڈھانا چاہا تو اول تو پہچانے ہی نہیں گئے اور اگر پہچانے بھی گئے تو بہت دیر میں جب تک ان کے گرد عقیدت مندوں کی کئی نسلیں گزر چکی تھیں۔ پھر سارے ثبوت ملنے کے بعد بھی مصلحت اس میں سمجھی گئی کہ انھیں نشانہ ملامت بنانے کے بجائے ان کی تاویل کی جائے اور یہ بھی آسان نہ رہا اور کبھی کسی معاصر عالم دین اور متبع شریعت نے کسی ایسے فرد پر نکیر بھی کرنا چاہی تو علماء ظاہر اور عارف باطن کی اصطلاح استعمال کرکے اور اس پر طوفان برپا کرکے ان علماء کو خاموش کردیا گیا۔ بلاشبہہ اس طرح تاویلات اور دوسروں کو علماء ظاہر کا طعن کرکے اس کے پردوں میں محفوظ رہنے والے لوگوں میں ہر کوئی عارف باللہ نہیں تھا۔

دوسری مشکل خود روحانیین کے اپنے حلقے میں ان کو پیش آئی اور وہ یہ کہ جب کسی شخص نے کسی سلسلے سے اپنا جعلی انتساب کرانا چاہا تو اس کا سدباب نہ ہوسکا اور دو ایک نسلوں کے بعد ایسا کرنے کی رہی سہی گنجائش بھی جاتی رہی۔

تیسری مشکل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنا یا اپنے اکابرین کا امت کے مستند روحانیین سے غلط انتساب کیا اور جعلی شجروں کے ساتھ نقل مکانی کرکے دوسری جگہ شہرت یاب ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب عوام میں سند قبول مل گئی تو پھر ان پر کلام کرنا مشکل ہوگیا۔

اس سے سب سے زیادہ فائدہ اگر کسی نے اٹھایا تو وہ یہودی روحانیین تھے۔ خاص طور پر ایسے افراد جن سے استدراج کا صدور ہوتا تھا۔ علماء اور صوفیاء صالحین خواہ کتنا ہی تنبیہہ فرمائیں کہ کرامات اور مافوق العادۃ باتوں کا صدور کسی کے عارف باللہ ہونے کی

دلیل نہیں اور نہ ہی نہ ہونے کی دلیل ہے لیکن تاریخ میں کسی کے عارف باللہ ہونے کی سند معاصر علماء و صوفیاء صالحین نے کم دی ہے اور عوام الناس نے زیادہ۔

لہٰذا اس عاجز کو تاریخ میں ایسے کئی اشخاص کا سراغ ملا ہے جن کے بارے میں اکثر شواہد یہ بتلاتے ہیں کہ وہ دین کے ڈھانے والے یہودی روحانیین تھے لیکن ان کے گرد عقیدت اور روحانیت کے ایسے ایسے دبیز ہالے ہیں کہ لگتا ہے کہ اب شاید قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرمائیں گے کہ ان کی حقیقت کیا تھی۔

۱۹ طریقہ باطلہ

ایسا لگتا ہے کہ شیطان نے یہودیوں کو بتایا ہے کہ اسلامی روحانی عمارت کے چار ستون یا مراکز ہیں یعنی ذات باری تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، اور ملائکہ۔ چنانچہ اسی نے یہ تدبیر بتلائی ہوگی کہ اس ربط کو منہدم کرنے کی کوشش کی جائے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے درمیان تھے تو وہ زمانہ نبوت و رحمتہ کا تھا اور اس وقت کی صورت حال وہی تھی جس کا قرآن نے ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

"و اعلموا ان فیکم رسول اللہ" (الحجرات۷)

اس وقت ان ستونوں کی ترتیب دوسری تھی۔ یعنی ذات باری تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن اور ملائکہ۔ چنانچہ زمین پر روحانی نظام کا ایک خاص نظم قائم تھا جس کا ذکر اس طرح قرآن نے فرمایا ہے :

"و ان کادو لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا و اذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔ سنتہ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا و لاتجد لسنتنا تحویلا (بنی اسرائیل۷۷-۷۶)

لیکن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو اب یقیناً ترتیب بدل گئی ورنہ آج کا زمانہ بھی نبوت و رحمت کا زمانہ ہوتا۔ آج کی ترتیب غالباً درج ذیل ہے :

ذات باری تعالیٰ، قرآن، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ملائکہ۔ چنانچہ شیطان کے مشورہ

سے زمانہ نبوت میں اور آج بھی اس کی پوری کوشش ہوتی رہی ہے کہ ان چاروں ستونوں سے امت کا ربط توڑ دیا جائے۔ فرق صرف یہ ہے کہ عہد نبوی میں حملے کا سب سے زیادہ نشانہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تھی اور آج قرآن ہے چنانچہ شیطان نے خلافت راشدہ کے بعد سب سے زیادہ جس نظام کو درہم برہم کرنا چاہا وہ قرآن کا نظام ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خصوصی حفاظت ہے کہ یہ بابرکت کتاب حسب سابق محفوظ و مامون ہے ہاں اس کے برکات و ثمرات سے استفادہ کے تعلق سے شیطان بہت حد تک ہمیں بہکانے اور ہمارا ربط کاٹنے میں کامیاب ہوا ہے اور اس میں یہودیوں نے ان کی خصوصی مدد کی ہے۔

یہودیوں نے قرآن کے تعلق سے جن نکات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے وہ درج ذیل ہیں :

ظاہر القرآن :

۱ متن
۲ خط
۳ قرات
۴ تجوید
۵ تفسیر

بطن القرآن :

تفسیر

چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بہ آسانی معلوم ہوجاتی ہے کہ ہر زمانے میں مختلف بہانوں سے ان عنوانات کے تحت قرآن کو فساد آلودہ کرکے اس کے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ امت اس تعلق سے ہر مقام پر یکساں بیدار نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ شیطان تو اس بات سے پوری طرح واقف ہے کہ کائنات کی حیات کا ضامن زمین پر کلام اللہ یعنی قرآن مجید ہے۔ جب تک یہ کلام زمین پر صحیح و سالم ہے زمین اور اہل زمین کا تعلق اور ربط ملاء اعلیٰ، ملائکہ اور ذات باری تعالیٰ سے باقی ہے۔ اور ساری کائنات کی کلید لوح محفوظ اور عرش و

کرسی سے پرے اسی قرآن میں مستتر ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس ایسا لگتا ہے کہ اب ہم اسے محض ایک لکھی ہوئی اور چھپی ہوئی کتاب سمجھتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ہم اس کی ایسی ناقدری کر رہے ہیں جنہیں دیکھ کر شیطان ہماری ترقی کی دعائیں کر رہا ہوگا۔

ایسا لگتا ہے کہ ہم اس نظام اور اس کلام کی ان باریکیوں کو بالکل بھلا چکے ہیں جس کا ذکر قرآن اور احادیث میں اس طرح ملتا ہے :

"الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ (الفاطر۱۰)

یا احادیث مبارکہ میں یوں مذکور ہے :

(۱) عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرانی جبریل علی حرف فراجعہ فلم ازل استزیدہ و یزیدنی حتی انتھی الی سبعہ احرف (متفق علیہ)

(۲) عن ابی بن کعب قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل فقال یا جبریل انی بعثت الی امتہ امیین منھم العجوز و الشیخ الکبیر و الغلام و الجاریتہ والرجل الذی لم یقراء کتابا قط قال یا محمد ان القران انزل علی سبعہ احرف— رواہ الترمذی و فی روایہ النسائی لکل حرف شاف کاف)

ایسا لگتا ہے ہم بالکل بھول چکے ہیں کہ ہماری حیات، ہماری عزت اور ہماری نصرت کی ضامن یہی کتاب ہے۔ ہم اس قول کو بالکل بھول چکے ہیں جہاں فرمایا گیا ہے :

"عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ اخرین (رواہ مسلم)

قرآن کو طرح طرح سے فساد آلودہ کرنے کی ان تمام کوششوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح یہودیوں نے عملی اقدامات کئے اور کس طرح ہم کبھی باطنیت اور جدیدیت کے نام پر اور کبھی مغرب زدگی میں اس کے آلہ کار بنے۔

http://www.asraralam.net/

http://www.asraralam.net

۲۰ طریقہ جماترہ

یہودیوں نے قرآن میں تحریف کرنے اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے چند ذرچند ایسے طریقے وضع کئے اور انھیں مسلمانوں میں۔ عوام ہی نہیں بلکہ خواص میں بھی۔ رائج کرنے کی کوشش کی۔ انھیں میں سے ایک طریقہ جماترہ ہے۔

حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ وہ قوم جو قرآن اور احادیث کا اس قدر پاس رکھتی تھی ان احادیث کو کیسے نظرانداز کرکے یہودیوں کی برآمدات کو درآمد کرلیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں :

(۱)عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا اتری ان نکتب بعضها فقال استهوکون انتم کما تهوکت الیهود و النصاری لقد جئتکم بها بیضاء نقیہ و لو کان موسی حیا ماوسعہ الا اتباعی (رواہ احمد والبیهقی)

(۲)قال کان اهل الکتاب یقراون التوراتہ بالعبرانیہ و یفسرونها بالعربیہ لاهل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اهل الکتاب و لاتکذبوهم و قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا الایہ (رواہ البخاری)

طریقہ جماترہ مشتمل ہے دو طریقوں پر یعنی پہلا طریقہ جمع جسے ہم طریقہ ابجدیہ بھی کہتے ہیں۔ اور دوسرا طریقہ طریقہ تبدیل ہے۔ یہودیوں نے بڑی مہارت کے ساتھ ان دونوں طریقوں کو ہمارے اندر رائج کردیا۔ اب ہم قرآنی آیات کے استعمال میں ان کا خوب خوب استعمال کرتے ہیں اور انھیں اسی طرح متبرک بھی سمجھتے ہیں۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے اس کے ذریعہ کس مہارت سے قرآن کے حروف تہجی تک کو تبدیل کردیا۔ قرآن کے حروف تہجی اور طریقہ ابجدیہ کی تہجی درج ذیل ہے :

قرآن کی حروف تہجی	یہودیوں کی حروف تہجی
الف	الف
باء	بیت
تاء	جمل
ثاء	دلت
جیم	ہے
حاء	واو
خاء	زین
دال	ثیت
ذال	تیتھ
راء	ید
زاء	کاف
سین	لمد
شین	میم
صاد	نون
ضاد	سمخ
طاء	عین
ظاء	پے
عین	صادی
غین	قوف
فاء	ریش
قاف	شین
کاف	طاء
لام	
میم	
نون	
هاء	
واؤ	
یاء	

http://www.asraralam.net/

http://www.urdumovies.net/

http://www.deoband...

ہم نے پہلے تو اپنی ہجی ہوتے ہوئے ان کی تہجی کو در آمد کیا پھر اس سے طریقہ جمل یعنی ابجدیہ کو رواج دیا۔ اب اس طریقہ ابجدیہ اور جماترہ کا استعمال ہماری حیات میں کس قدر ہے اور خاص طور پر ہماری روحانی حیات میں اس کا اندازہ کوئی شخص بھی لگا سکتا ہے۔ ہم ۷۸۶ لکھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بسم اللہ لکھا ہے اور پھر اس سے انہیں برکات کا تصور کرتے ہیں جو بسم اللہ سے کرنے چاہئیں۔ وقس علی ھذا۔

۲۱ دو فتاوے

تاریخ یہود میں دو نظریئے ایسے رائج کئے گئے جنہوں نے یہودیت کو انقلابی طریقے سے متاثر کیا اور بلاشبہ اس کے نتیجے میں اسلام اور امت مسلمہ بھی متاثر ہوئے۔ اس میں پہلا نظریہ دسویں صدی عیسوی میں اندلس کے ایک یہودی عالم' روحانی اور شاعر یہودا حلیوی (Judah Halevi) نے دیا۔ اس نظریے نے نہ صرف اس کی اجازت دلادی کہ یہودی اپنے دین کو بچانے اور اپنی تکلیفوں کو کم کرنے کے لئے دوسرے ادیان کو بظاہر قبول کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نظریہ کے تحت صدیوں سے بہت آسانی سے یہودی بظاہر دوسرے ادیان قبول کرتے رہے اور درپردہ یہودی رہ کر سازشیں بھی کرتے رہے۔ جرمنی میں ہینے اور بورن' برطانوی وزیر اعظم ڈزریلی اور ڈیوڈ ریکارڈو اور کارل مارکس اسی طرح کے درپردہ یہودیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ دنیا میں ایسے لاکھوں یہودی ہیں جو بظاہر عیسائی یا مسلمان ہیں اور درپردہ یہودی۔

دوسرا نظریہ قبلہ کے مشہور روحانی پیشوا اسحاق لوریہ نے دیا۔ اس کے مطابق یہودیوں کا بیت المقدس سے نکالا جانا اور ساری زمین پر مارا مارا پھرنا دراصل نظام کائنات میں ایک — شکست یا ٹوٹ پھوٹ کے سبب ہے جو منعکس ہو رہی ہے خدا اور اس کے تقدس کی تجلی کی شکست میں۔ چنانچہ سارے جہان میں یہودیوں کا مارا مارا پھرنا دراصل اس شکست کو درست کرنے کا ایک آلہ ہے۔ خدائی تقدس کے سالمے دنیا کے چار گوشوں میں بکھر گئے ہیں۔ اور بکھرے ہوئے یہودیوں کا یہ وظیفہ ہے کہ انہوں تلاش کریں' ان کو بچائیں اور انہیں دوبارا جمع کریں۔ چنانچہ

اب زور انسان کے از سر نو تخلیق پر نہیں بلکہ خدا کے از سر نو جمع کرنے پر ہے۔ یہودیت خدا کے غضب کا شکار نہیں بلکہ خدا کی واپسی کے لئے جارحہ ہے۔

اس نظریہ نے یہودیوں کو امید کی نئی کرن سے بھر دیا۔ اب وہ یاسیت کے بجائے ایک نئی اور حیات بخش رجائیت سے بھر گئے۔ اور ساری دنیا میں متحرک اور فعال ہو گئے۔

۲۲ یہودیوں کے اقسام

یہودا حلیوی (Judah Halevi 1085--1140) کے نظریے نے یہودیوں کو امید کی ایک نئی سرزمین سے آگاہ کیا۔ حالانکہ وہ پہلے بھی اس پر کسی نہ کسی طرح کاربند تھے۔ اب اسے دراصل دینی توثیق حاصل ہو گئی تھی کہ کوئی یہودی مصلحت کے پیش نظر بظاہر دوسرا دین قبول کرلے۔ چنانچہ اب محض خوف کے پیش نظر ہی نہیں بلکہ سازشیں کرنے' دولت کمانے' مناصب حاصل کرنے' مقرب بننے۔ غرض ہر کام کے لئے یہودی دیگر مذاہب بظاہر قبول کرنے لگے۔ ہاں ایک معاملے میں وہ سب متفق تھے اور وہ یہ کہ وہ بباطن یہودی رہیں گے اور بنی اسرائیل کے نصب العین کے حصول کی جدوجہد کریں گے چنانچہ اس نئی دریافت سے عالم اسلام بھی متاثر ہوا۔ اب مسلم معاشرے میں کم از کم چار اقسام کے یہودی پائے جانے لگے۔ یہ چار اقسام درج ذیل ہیں:

۱ کھلے یہودی : کھلے یہودی وہ یہودی ہیں جو مسلم معاشرے میں علانیہ طور پر یہودی جانے اور مانے جاتے ہیں۔

۲ کھلے غیر مسلم چھپے یہودی : مسلم معاشرے میں یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلم بھی نہیں اور یہودی بھی نہیں مگر بباطن یہودی ہیں۔

۳ کھلے مسلم چھپے یہودی : یہ وہ لوگ ہیں جو مسلم معاشرے میں مسلمان جانے اور مانے جاتے ہیں مگر درپردہ اور بباطن وہ اب بھی دین یہود پر قائم ہیں۔ تمام طبقات میں سب سے خطرناک یہی طبقہ ہے۔ مدینہ کے منافقین اور وہ طبقہ جن کا ذکر البقرہ آیت ۱۴ میں کیا گیا ہے بنیادی طور پر اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

۴ مذہباً مسلم مگر یہودی الطبع : یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان تو ہوگئے ہیں اور مسلمانوں کی طرح ہی رہتے ہیں مگر اب بھی ان کی زندگی کا محور بنی اسرائیل کی وہی عصبیت جاہلیہ ہے۔ اور اب بھی وہ ایک مسلمان کے بجائے یہود اور بنی اسرائیل کی بھلائی اور خیرخواہی کو مقدم رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ مسلم معاشروں میں اب بھی اسرائیل کی خیرخواہی اور یہودیوں کی سلامتی کے لئے کام کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

۲۳ انہدام کی نئی کوششیں

ربانی روحانی نظام کے انہدام کے لئے عہد جدید میں نئے نئے طریقے دریافت ہوئے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کوششوں میں ایک انقلاب سا آگیا ہے۔ خصوصی طور پر Alchemy کی نئی نئی ایجادات واختراعات کے بعد۔

انہدام کے نئے طریقوں کی بحث سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان تدبیروں کا ذکر کردیا جائے جن کے ذریعہ یہ انقلاب ممکن ہوسکا ہے چونکہ انہدام کے ان جدید طریقوں پر کسی قدر ضروری حد تک ہی سہی بحث ہوچکی ہے اس لئے ان کا صرف ذکر کردینا کفایت کرے گا۔ وہ طریقے بنیادی طور پر دو ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱ ریشنلائزیشن (Rationalisation)

۲ ہیومنائزیشن (Humanisation)

ظاہر ہے یہ دو عنوانات ہیں جبکہ ان کے اندر متعدد طرق فرع در فرع پائے جاتے ہیں۔ جن کا کس قدر ذکر "عالم اسلام کی سیاسی صورت حال" "بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار" اور "عالم اسلام کی اقتصادی اور سیاسی صورتحال" میں آچکا ہے۔

○ نظام کائنات کا انہدام

عصر حاضر میں شیطانی اعمال اور الکیمیا کی مدد سے یہودیوں کی کوشش ہے کہ ایک طرف تو اس پورے نظام کائنات کو مسخر کرلیا جائے تو دوسری طرف عملاً اس نظام کو مفلوج بنادیا جائے جو

نظام ربانی کہلاتا ہے۔ لہٰذا اب ان کی کوششیں تین محاور پر مرتکز ہوگئیں ہیں۔

۱ نظام کائنات کو مسخر کرلینے پر

۲ نظام ربانی کو مفلوج کردینے پر

۳ نظام ربانی کے بالمقابل اور بالکل اس کے برعکس نظام شیطانی کو دریافت کرنے' اسے برپا کرنے اور اس کو نافذ کرنے پر۔

چنانچہ مغربی معاصر نظام کو جس کی کلید یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی ساری کوششیں انہیں تین امور کے گرد گھوم رہی ہیں۔ ایک طرف تو وہ زمین اور ماوراء زمین کو مسخر کرلینا چاہتے ہیں۔ تو دوسری طرف ہر کلی یا جزوی نظام حیات کو جو ربانی نظام کا حصہ ہے قانوناً یا جبراً' عملاً یا امکاناً مفلوج کردینا چاہتے ہیں۔ خواہ وہ نظام طہارت ہو' یا نظام عبادت' نظام توالد ہو یا نظام موت' نظام اکل ہو یا نظام شرب' بعض اوقات تو ان کی بعض کوششیں بظاہر بڑی مضحکہ خیز لگتی ہیں لیکن جب ان کو غور سے دیکھا جائے تو اس کی کنہ سمجھ میں آتی ہے۔ جس عہد کی نسل انسانی کو ان کے دعوے کے مطابق افزائش پیدائش کا مسئلہ درپیش ہو اور وہ شرح پیدائش کو خالص مشینی اور غیرانسانی طریقے پر کم کرنا چاہتی ہو اسے جینٹک سائنس پر کام کرنے اور تولید کے طرح طرح کے طریقے وضع کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ لیکن حقیقت دوسری ہے۔ مسئلہ تحدید نسل کا نہیں بلکہ ایک طرف اس نظام قدرت کو مسخر کرنے کا ہے تو دوسری طرف اس نظام ربانی کو ممنوع قرار دے کر مفلوج کردینے کا ہے اور تیسری طرف کسی نظام کی ربانی شکل کے بالمقابل اور بالمخالف ایک شیطانی نظام کے دریافت کرنے' برپا کرنے اور نافذ کرنے کا۔

۵۸۶ قبل مسیح اور ۵۳۶ قبل مسیح کے درمیانی زمانے میں بابل میں یہودیوں کے شیطان سے جس تحالف کا ذکر آیا تھا اس کا آج نقطہ کمال ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کا اظہار ایک یہودی مصنف کے قلم سے ہوچکا جس نے لکھا تھا :

"اسی آزادی خیال نے اسرائیل کو اس کی اجازت دی کہ وہ آسمان کے توحیدی نظریہ کو ایک اور خدا کے ذریعہ مضبوط بنائے اور یہودا کی حقانیت کو متوازن کرے۔.. دنیا میں شر کی موجودگی کو عقلی بنیاد دے جس پر ایک ایسے خدا کی حکمرانی ہے جو خیر کا مشخص ہے"۔

چنانچہ یہود اس بات کی کوشش کررہے ہیں کہ ان جدید طریقوں اور آلہ جات کا سہارا

http://www.asraralam.net/

لے کر اور انھیں استعمال کرکے اپنے مقاصد پورے کریں۔ ان کے مخصوص اہداف اس وقت درج ذیل نظاموں کو درہم برہم کردینا ہے۔

۱ نظام طہارت
۲ نظام ستر
۳ نظام مقام و مکان
۴ نظام مسجد
۵ نظام کلام
۶ نظام اکل و شرب
۷ نظام نسل و تولید
۸ نظام ماحول
۹ نظام موت
۱۰ نظام ماحولیات (جمادات' نباتات وغیرہ)
۱۱ نظام ماحولیات (انس و جن)
۱۲ نظام ماحولیات (ملا ئکہ)
۱۳ نظام ماحولیات (ارض' سماء' عرش)
۱۴ نظام خلق

○ نظام عبادات کا انہدام

یوں تو کسی نظام کا توڑنا مختلف جہتوں سے ہوتا ہے لیکن ذیل میں چند نمایاں امور کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جن کے ذریعہ نظام عبادات کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان ساری کوششوں کے پیچھے کسی نہ کسی شکل میں یہودی ذہن کارفرما ہے جسکی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔

اس سلسلے میں ان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی عبادت کی اقامت میں جو شرائط ہیں ان میں مفسدہ ڈال دیا جائے۔ چنانچہ مختلف طریقوں سے مندرجہ ذیل امور میں مفسدہ ڈالا جارہا ہے جن سے اقامت کی شرائط پوری نہیں ہوتی ہیں۔ ان میں بعض کے سلسلے میں وہ بین الاقوامی

قوانین کا سہارا لے کر مسلم ملکوں پر دباؤ ڈال رہے ہیں تاکہ یہ انہدام خود مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں ہو :

۱ رویت ہلال میں مداخلت کرکے
۲ میقات صلوۃ میں مداخلت کرکے
۳ اقامت صلوۃ میں مداخلت کرکے
۴ اقامت حج میں مداخلت کرکے
۵ اقامت صوم میں مداخلت کرکے
۶ اقامت ذکر میں مداخلت کرکے

اس سلسلے میں دو امور بطور خاص قابل توجہ ہیں جن کا تعلق نظام عبادت سے بھی ہے اور نظام صوت سے بھی۔

۱ ٹیپ' صدابندی اور اسے پلے کرنا
۲ مائیک یعنی مکبر صوت کا استعمال کرنا

سوال ہے : ٹیپ کیا ہے؟ کیا اس کی ریکارڈنگ کتابت ہے؟ کیا اس کی ریکارڈنگ اسی آواز کو محفوظ کرنا ہے؟ کیا اس کا "پلے" کرنا اسی آواز کو از سر نو مرتعش کرنا ہے؟ کیا اس دوران وہی آواز زندہ تھی؟ کیا ٹیپ میں صدابند قرآن' قرآن ہے؟ کیا ٹیپ کو پلے کرکے قرآن سننا سماعت قرآن ہے؟ کیا ٹیپ کے اندر اپنی آواز بند کرنے والا مستحق ثواب ہوگا؟ پہلی بار ہوگا؟ یا جب جب اسے پلے کیا جائے گا تب ہوگا؟ کیا ٹیپ کو پلے کرکے قرآن سننے والا مستحق ثواب ہوگا؟ کیا فی الواقع وہ قرآن ہی سن رہا ہے؟ قرآن کے قلب پر نازل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کی کتابت کرنے والا اور اس مکتوبہ قرآن کو پڑھنے میں جہاں دونوں طرف انسان بذاتہ پایا جاتا ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟ دوسری طرف ایک غیر ذی روح کو پلے کرکے قرآن سننے کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے علاوہ خود اس صدابند ٹیپ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اسے چھونے کے لئے طہارت مطلوب ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ کیا ٹیپ کے ذریعہ امامت ہوسکتی ہے؟ کیا اس ٹیپ سے ہر جگہ مسلم و غیر مسلم کے ہاتھوں' گلی کوچوں حتی کہ تفریح گاہوں میں (جیسا کہ آجکل بجایا جاتا ہے) قرآن کا بجایا جانا نظام ماحول میں کوئی خلل پیدا کرتا ہے یا نہیں؟ کیا اس ٹیپ سے نکلی ہوئی قرآنی آواز صعود کرتی ہے یا نہیں؟

http://www.asraralam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net/

یہ اور اس طرح کے سوالات دراصل فقہ اصغر سے زیادہ فقہ اکبر سے متعلق ہیں اور آج کی معاصر تہذیب نے امت کو اس مقام پر لادیا ہے کہ وہ ان باتوں پر از سر نو غور کرے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہیں کہ ہم ایک جاہل قوم نہیں بلکہ اس نظام کا حصہ ہیں جہاں پوری کائنات مربوط ہے اور کہیں خلل اور فساد نہیں خواہ ہم اسے سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں۔

اسی طرح مائیک یا مائکروفون کا معاملہ ہے؟ تقریباً ۹۰ سالوں کے بحث و مباحثہ کے بعد کم از کم فقہی طور پر ایسا لگتا ہے کہ یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے لیکن اس عاجز کا خیال ہے کہ اس مسئلے کے حل تک پہنچنا تو درکنار ابھی کماحقہ عرض مسئلہ بھی نہیں ہوسکا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اس کے ذریعہ نظام عبادت کو ہی منہدم کر رہے ہیں؟

میں اس مسئلہ کو از سر نو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) آلہ مکبر الصوت کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی تھیں۔ پہلی عدم جواز کی اور دوسری جواز کی۔

(۲) عدم جواز کے قائلین کا نقطہ نظر یہ تھا کہ چونکہ آلہ کی آواز بعینہ امام کی آواز نہیں بلکہ اس آواز کی بازگشت ہے اس لئے مقتدیوں کی اقتداء دراصل دوسری آواز کی ہوتی ہے لہٰذا جائز نہیں۔

(۳) جواز کے قائلین کا کہنا تھا کہ تحویل قبلہ کے وقت ایک باہر کے شخص کی بات پر لوگوں نے قبلہ تبدیل کردیا تھا اس لئے باہری آواز سے بھی نماز جائز ہوگی۔

جہاں تک جواز کے قائلین کے اس دلیل کی بات ہے تو یہ خود کتنی مضبوط ہے اس کا اندازہ انھیں بھی ہوگا لہٰذا یہ بات اس قابل نہیں کہ اس پر جواز کا فتویٰ دیا جائے۔ یہ بات آج سے کم از کم ۵۰ سال قبل کی ہے۔ اب عام طور پر جواز کے قائلین یہ بات کہتے ہیں کہ "چونکہ اب یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز کی نقل اور اس کا چربہ نہیں ہے بلکہ بعینہ امام کی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے۔ اس طرح اب لاؤڈ اسپیکر سے نماز و امامت کے جواز پر علماء کا تقریباً اتفاق ہوچکا ہے۔"

واضح ہو کہ میری بحث کا اصل نقطہ مذکورہ فقہی بحث نہیں جو فقہ اصغر کا حصہ ہے بلکہ وہ بحث ہے جو فقہ اکبر سے متعلق ہے۔ یعنی کیا آلہ مکبر صوت کے ذریعہ جو نماز پڑھی گئی اس میں کم از کم مقتدیوں کے اعتبار سے وہ ربط مع اللہ، مع الملائکہ، اور مع الکائنات قائم ہوا یا نہیں جو نماز

اور ذکر کا تقاضا ہے؟

مائکروفون کیا ہے؟ اس پر سائنس کی ایک مستند کتاب کا حوالہ درج کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوجائے گا کہ مائک کی اصل حقیقت کیا ہے؟

مائکروفون کی تعریف کرتے ہوئے مشہور (Concise Science Dictionary-Oxford) میں درج ہے :

Microphone—A transaducer in which sound waves are converted into corresponding variations in an electrical signalfor amplification, transmission to a distant point or recording

ترجمہ : مائکروفون ایک "ٹرانسڈیوسر" ہے جس کے اندر آواز کی موجیں مطابق تغیر میں برقی اشاروں میں، تجسیم یا کسی دور کی جگہ انتقال یا تجمیل کے لے تبدیل کی جاتی ہیں۔"

اس میں سب سے اہم لفظ دو ہیں : ۱ ٹرانسڈیوسر اور ۲ تبدیل کی جاتی ہیں۔

۱۔ ٹرانسڈیوسر کی تعریف کرتے ہوئے یہی ڈکشنری کہتی ہے :

Transducer : A device for converting a non electrical signal such as sound light heat etc. into an electrical signal or vice versa. This microphones and loudspeakers are electro acoustic transducers.

ترجمہ : ٹرانسڈیوسر : ایک آلہ ہے جو غیر برقی اشاروں کو مثلاً آواز روشنی، حرارت وغیرہ کو برقی اشاروں میں یا برقی اشاروں سے بالعکس، آواز، روشنی، حرارت وغیرہ میں تبدیل کرتا ہے۔ اس طرح مائکروفون اور لاؤڈ اسپیکر برقی — آوازی آلہ تبدیل ہے۔

(Oxford Reference : Concise ScienceDictionary, Oxford, New York, Oxford University Press 1991)

اس طرح یہ کہنا تو کسی صورت میں درست نہیں کہ "لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز کی نقل اور اس کا چربہ نہیں بلکہ بعینہ امام کی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے۔"

○ قرآن اور دعوت

اسی طرح ایک اور مفسدہ ہے جو قرآن کے تعلق سے اب معاشرے میں جڑ پکڑ رہا ہے۔ سوال ہے : ہمارا قرآن کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ کیا ہمارا کوئی عمل قرآن کے نظام کے ساتھ مفسدہ پیدا کر رہا ہے؟

آج بہت سارے مسلمانوں کا طریقہ ہو گیا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو اسلامی بنانے اور غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پھیلانے اور انہیں اسلام کی طرف بلانے کے بجائے قرآن کو ان کے پاس پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا اس سے کوئی مفسدہ پیدا ہو رہا ہے؟ کیا ہمارے کسی عمل سے قرآن کا کوئی نظام درہم برہم تو نہیں ہو رہا ہے؟

ایسا لگتا ہے کہ ایک طرف تو ہم قرآن کو بس کسی عام کتاب کی طرح سمجھنے لگے ہیں اور دوسری طرف اس نظام سے بالکل ناواقف ہوتے جا رہے ہیں جسے نظام قرآن کہتے ہیں۔ اس طرح کے تمام مفسدوں پر بحث سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام کی اہم باتیں سامنے آجائیں۔

قرآن نے فرمایا : **انما المشرکون نجس (التوبہ ۲۸)**

قرآن کا ارشاد ہے : **لا یمسہ الا المطھرون (الواقعہ ۷۹)**

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقران الی ارض العدو (بخاری)

محمد بن بشر اور اسحاق بن راھویہ کی روایت میں ہے : **ان یسافر بالقران مخافہ ان ینالہ**

ابن ماجہ نے عبد الرحمٰن بن مہدی عن مالک سے یہی روایت کی ہے اور اس پر اضافہ کیا **مخافہ ان ینالہ العدو۔**

ابن عبد البر کا قول ہے کہ اس پر فقہا کا اتفاق ہے کہ سرایا اور چھوٹی فوج جسے خوف ہو اس میں قرآن نہ لے جانے پر اتفاق ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بڑی فوج جو مامون ہو اس میں مصحف ساتھ لے جانے پر اختلاف ہے۔

مالک نے مطلقاً منع کیا ہے۔

ارشاد الساری میں ہے کہ حنفیہ ارض عدو میں مصحف کے لے جانے کو جائز نہیں کہتے الا یہ کہ مسلمانوں کو شوکت حاصل ہو۔

شافعیہ نے کراہت مع الخوف وجوداً اور عدماً کہا ہے۔

اور اسی سے بعض نے کافر سے مصحف کی بیع کو منع کیا ہے۔

مشرکین، کافرین حتیٰ کہ اہل کتاب کو قرآن دینا اور ان کے یہاں قرآنؐ بھجوانا میرے خیال سے غلط ہے۔ بعض افراد قصہ ہرقل کی مثال دیتے ہیں اس سلسلے میں قصہ ہرقل کو اس کی مثال بنانا میرا خیال ہے درست نہیں۔

بلاشبہ قرآن نے تقرب برائے سماعت کی اجازت دی ہے مگر سوال یہ ہے کہ اگر قران کا مشرکین و کافرین کو دینا اسلام کی دعوت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار تھے کہ وہ مشرکین و کافرین کو مصحف عطا فرماتے۔ اور مشرکین عرب زیادہ مستحق تھے کہ انہیں ایسی کتاب دعوت کے بطور دی جاتی اس لئے کہ ان کی مادری زبان وہی عربی تھی جس میں قرآن نازل ہوا تھا۔

لیکن ہرقل کی مثال میں ایک مکتوب شریف کے علاوہ اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ پتہ نہیں ہم نظام قرآن کو استحکام بخش رہے ہیں یا اس کو درہم برہم کر رہے ہیں۔

مازنی سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے سو دینار کے عوض کتاب سیبویہ پڑھنا چاہا۔ مازنی نے ایک گھنٹہ تک اس پر سوچا پھر پڑھانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا : اس کتاب میں سو آیات کے بقدر قرآن ہے اور اس کی تفسیر میں ضرر ہے۔ لہٰذا دنیا کی تنگی بہتر ہے دین کے ضرر سے۔"

حدیث شریف میں لفظ ینالہ اہمیت کا حامل ہے اور فقہا کے کلام میں شوکت اور خوف کی بات بھی۔ غالباً کسی نے محض اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ استہزاء قرآن کا صرف خوف تھا۔ بلکہ اصل لفظ "ینالہ" ہے یعنی شوکت مسلم کیساتھ نہ تو کوئی لے سکتا ہے نہ اس کی تحقیر کر سکتا ہے۔ لیکن صورتحال تو اس سے بھی سوا ہو چکی ہے خاص طور پر چھپائی کے نئے نظام کے سبب۔ کوئی شخص یا تو آداب قرآن کے سلسلے میں جتنی آیات و احادیث ہیں ان کا انکار کرے یا پھر اس چھپائی کے نظام سے آنکھیں موند لے۔

http://www.asrarqalam.net/
http://www.urdumovies.net/

http://www.asraralam.net

کوئی بھی شخص اس بدترین صورتحال کا اندازہ کاتبوں' کمپوز کرنے والوں' قلم میکروں' چھاپہ خانوں' بائنڈنگ شاپوں' قلیوں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والوں' خراب وردی کی خرید و فروخت' کتب فروشوں' ڈاک' ریل' گاڑیوں کے ذریعہ بھیجنے میں کرسکتا ہے۔ آج کل کلینڈروں اور بازار میں اس کی خرید و فروخت' مسلم اور غیر مسلم بیچنے والوں ان کے بیچنے کے طریقوں کو دیکھ سکتا ہے۔ ننگی ننگی تصویروں کے بیچ اوپر اور نیچے قرآن کے طغرے کہیں سیدھے کہیں الٹے لٹکے دیکھے جاسکتے ہیں۔

لیکن سب سے بڑی مضحکہ خیز صورت وہاں نظر آتی ہے جب بعض بزعم خود عقلمند حضرات قرآن کے ساتھ وہی کچھ کرنے لگے ہیں جو سگریٹ کی کمپنیاں سگریٹ کے ڈبوں پر کرتی ہیں۔ وہ سگریٹ بناتے ہیں زیادہ سے زیادہ بیچنے کی کوشش کرتے ہیں اور ڈبوں پر لکھتے ہیں Smoking is injurious to health وہ تو سگریٹوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ ہمارے عقلاء قرآن کے ساتھ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

"آیات قرآنی کا احترام کیجئے"

جو سوالات ٹیپ سے متعلق تھے وہی کمپیوٹر' فلاپی کے سلسلے میں بھی ہے۔

○ نظام حرمین

قرآن و احادیث مبارکہ میں اس نظام کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے جو حرمین شریفین سے متعلق ہے۔ یہ محض عقیدت کا مسئلہ نہیں بلکہ نظام عالم سے اس کا تعلق راست ہے۔ قرآن و احادیث میں درج اس نظام کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

قرآن نے فرمایا : "آج کے بعد کوئی مشرک اس میں نہ آئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یہود و نصاری کو جزیرہ العرب سے باہر نکال دو" اور وہ تمام احادیث جو حرمین شریفین سے متعلق ہیں جن میں مذکور ہے :

۱ لیارزن الایمان بین ہذین المسجدین (مسند احمد)

۲ من مات بعثہ اللہ امنین (طبری)

۳ لن یدخل الدجال مکہ (بخاری' مسلم' مسند احمد)

۴ لا یدخل الطاعون مکہ (مسند احمد)

۵ البقاع المبارکہ بین مکہ و المدینہ (بخاری' مسلم)

۶ المدینہ طابہ (بخاری' مسلم)

۷ ھوی الرسول ان یموت فی المدینہ (موطا)

۸ ھوی عمران یموت فی المدینہ (بخاری)

۹ الرغبہ فی الموت بالمدینہ (ترمذی' ابن ماجہ)

۱۰ صالح المدینہ و مدھا و کیف تغیرا (بخاری ابو داود)

۱۱ علی نقاب المدینہ ملائکہ لا یدخلھا الطاعون و الدجال (بخاری' مسلم)

۱۲ ان الایمان لیارز الی المدینہ (بخاری مسلم' ابن ماجہ)

آج جزیرہ العرب اور حرمین شریفین کو یہودیوں سے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔

اس وقت یہودیوں کی کوشش جزیرہ العرب ہی نہیں بلکہ ان دونوں مقامات مطہرہ میں طرح طرح کے نئے بہانوں سے داخل ہوجانے کی ہے اور اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوگئے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے نام پر' دفاع کے نام پر' آثار قدیمہ کی تحقیق کے نام پر اور حتی کہ ہوٹلوں کے نام پر۔ ظاہر ہے ان کا اصلی مقصد کچھ اور ہوگا۔

اللہ امت کو اس روز بد سے بچائے جب روضہ اطہر کو واقعی خطرہ درپیش ہوگا۔ اگر ایسا ہوگیا تو وہی قیامت کا دن ہوگا۔

❋

http://www.asraralam.net/